عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۵ | ۱۱ تا ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق یکم تا ۷ مارچ ۲۰۲۶ء | شمارہ: ۹

سیرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

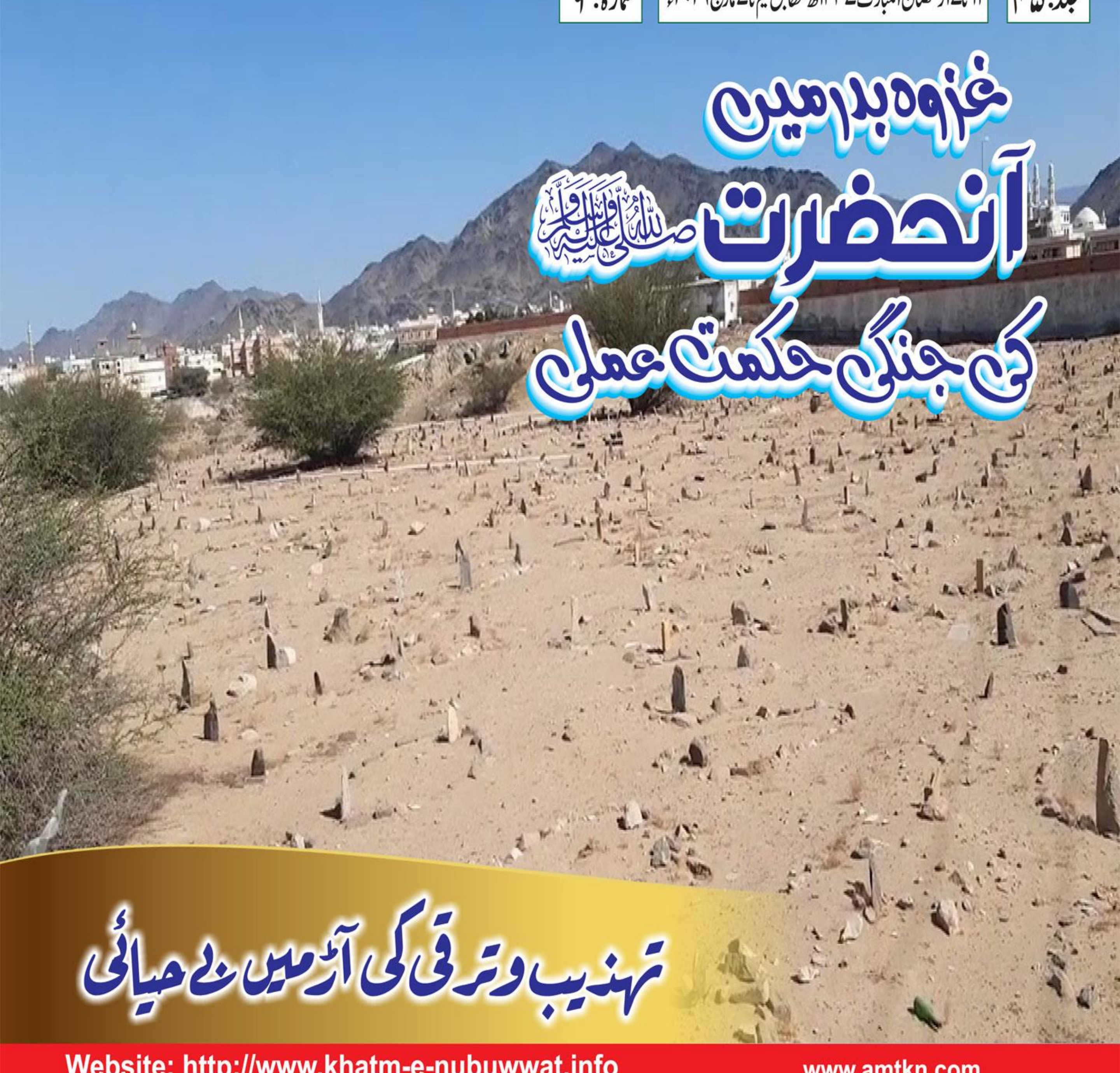

غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی حکمت عملی

تہذیب وترقی کی آڑ میں بے حیائی

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.org

www.amtkn.com
Email:editorkn@yahoo.com

حق مہر ادا کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے

س:......طویل ہونے کی وجہ سے سوال حذف کر دیا گیا۔

ج:......واضح رہے کہ بیوی کا حق مہر ادا کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے اور جب تک وہ ادا نہ کردے، اس کے ذمہ قرض رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کا انتقال ہوجائے تو ترکہ کی تقسیم سے پہلے میت کا قرض ادا کرنا ضروری ہوتا ہے، اس میں سے بیوی کا مہر اگر ذمہ ہو تو وہ بھی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بعد ورثاء میں ترکہ کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں آپ کی والدہ نے محمد مسکین کو جو دو گرام سونا دیا اور باقی اس نے اپنے پاس سے مکمل کر کے ایک تولہ سونا اپنی بیوی کا حق مہر ادا کر دیا تو یہ درست ہوا، اب اس کے لئے والدہ کے ترکہ میں سے مہر کی رقم کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ والدین اگر اولاد کو زندگی میں کچھ دیں تو یہ ان کا احسان ہوتا ہے، لیکن اولاد کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ زبردستی اُن سے کسی قسم کے احسان کا مطالبہ کریں یا ان سے وصول کریں۔ باقی آپ کی والدہ نے صالحین کی بیوی کو حق مہر میں جو اپنے مکان کا ایک کمرہ علیحدہ کر کے دے دیا تھا اور اس کا قبضہ بھی دے دیا تھا، جس پر سب نے رضامندی کا اظہار بھی کیا تھا تو اس کمرہ کی جگہ اب صالحین کی بیوی کی ملکیت ہے، اس کو مرحومہ کے ترکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا اور کسی وارث کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ باقی کی رقم صالحین کے ذمہ اپنی بیوی کو ادا کرنا لازم ہے۔

کیکڑے کھانا یا اُس کا سوپ پینا جائز نہیں ہے؟

س:.... کیا کیکڑے کھانا یا اس کا سوپ پینا جائز نہیں ہے؟ مجھے یہ بہت پسند ہے اور میں کھایا کرتا تھا، لیکن مجھے پتا نہیں تھا کہ یہ ناجائز ہے۔ آپ اس کی وضاحت فرمادیں، کیا واقعی یہ ناجائز ہے؟

ج:...ائمہ احناف کے نزدیک سمندری جانوروں میں سے صرف مچھلی کھانا ہی حلال ہے اور کوئی چیز نہیں۔

کیکڑا مچھلی نہیں نہ ہی مچھلی کی کسی قسم میں شامل ہے، بلکہ اس کا شمار دریائی کیڑوں میں ہوتا ہے اور کیڑے مکوڑے کھانا بھی جائز نہیں۔ اس لئے کیکڑا کھانا یا اس کا سوپ پینا مکروہ تحریمی ہے، یعنی ناجائز ہے۔

جیسا کہ قرآن عظیم میں فرمایا:

”وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ۔“ (الاعراف:۱۵۷)

اسی طرح حدیث کی کتاب بدائع الصنائع میں ہے:

”والضفدع والسرطان والحية ونحوه من الخبائث۔“ (بدائع الصنائع،ص:۳۵،ج:۵)

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۵ ۱۱ تا ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق یکم تا ۷ مارچ ۲۰۲۶ء شمارہ: ۹

سرپرست

حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

تہذیب وترقی کی آڑ میں بے حیائی	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
رمضان میں معمولاتِ نبوی ﷺ (۲)	۸	مولانا محمد اجمل قاسمی
غزوۂ بدر... آنحضرت ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی	۱۲	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
اعتکاف کی فضیلت	۱۷	مولانا مفتی عبدالمجید ندیم
سیرت ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ	۱۹	محمد اعظم مصباحی مبارکپوری
تحفظ ختم نبوت پروگرامز	۲۴	مولانا محمد ساجد
قادیانی کمپنی کو ہزیمت کا سامنا	۲۶	مولانا محمد کلیم اللہ نعمان
شرکائے چناب نگر کورس کے نام اہم پیغام	۲۷	مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۱۵۸ فصل:....۸ھ کے واقعات

۳۵:.... اسی سال فتحِ مکہ سے کچھ پہلے حضرت عباس بن مرداس بن ابی عامر السلمی اسلام لائے، یہ بڑے جید شاعر اور مشہور بہادر تھے۔

۳۶:.... اسی سال فتحِ مکہ کے سفر میں (جو رمضان میں ہوا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ جس کا جی چاہے وہ اس سفر میں روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے، اور دُوسرے وقت میں ان کی قضاء اس کے ذمے ہوگی۔ تاہم اس اعلان کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ روزے رکھتے رہے، مگر جب موضع کدید (بفتح کاف) پہنچے جو قدید (بصیغۂ تصغیر) اور عسفان کے مابین واقع ہے، اور عسفان، مکہ مکرّمہ سے دو مرحلوں پر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ نہیں رکھا اور صحابہؓ کو بھی حکم فرمایا کہ روزہ نہ رکھیں تاکہ جنگ وقتال کے لئے قوت محفوظ رہے، چنانچہ اس کے بعد آخر ماہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ روزے کے بغیر رہے، جیسا کہ صاحبِ مواہب لدنیہ نے بروایت صحیح بخاری ذکر کیا ہے، اور زرقانی نے شرح مواہب میں اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ ''اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کا درمیانی عشرہ پورا ہونے سے قبل مکہ میں وارِد ہوئے تھے، مگر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف اور حنین کے قتال کی تیاری اور مختلف اطراف میں سرایا بھیجنے میں مصروف تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اِقامت کی نیت نہیں کی تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ قصر اَدا فرماتے تھے۔'' یعنی اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ رمضان میں اِفطار کیا۔

۳۷:.... اسی سال فتحِ مکہ کے سفر کے دوران، کدید اور عسفان پہنچنے سے قبل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب غروب ہوتے دیکھا تو حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ: ''اُتر کر ہمارے لئے ستو ملاؤ!'' انہوں نے عرض کیا کہ: ''ابھی آفتاب (کی روشنی) باقی ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حکم فرمایا تو انہوں نے پھر یہی عرض کیا، تیسری بار میں مشرق کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا کہ: ''جب رات اِدھر سے آجائے (یعنی مشرقی اُفق پر سیاہی پھیل جائے) تو روزے کے اِفطار کا وقت ہوجاتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن ابی اَوفیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۳۸:.... اسی سالِ فتحِ مکہ کے سفر کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے اور اس پر سایہ کیا ہوا ہے، دریافت فرمایا کہ کیا قصہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ روزے سے تھا، گرمی کی شدّت سے بے ہوش ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَیسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ۔'' ترجمہ:.... ''سفر میں روزہ رکھنا کچھ نیکی نہیں ہے۔''

یہ صحیح بخاری وغیرہ کی روایت کے الفاظ ہیں اور جامع عبدالرزاق اور مسندِ احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''لیس من امبر امصیام فی امسفر'' یعنی تینوں جگہ لام کو میم سے بدل کر پڑھا گیا ہے، یہ صاحب جن پر سایہ کیا گیا تھا ابواسرائیل العامری تھے، جن کا نام قیس تھا، جیسا کہ قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

۳۹:.... اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتحِ مکہ کے لئے مدینہ سے نکلنے سے قبل حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بہ نیتِ ہجرت مدینہ اپنے اہل وعیال سمیت مکہ سے نکلے، اِدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے، راستے میں جحفہ یا ذُوالحلیفہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، تو اہل وعیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف واپس ہوئے (چونکہ یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے آخری فرد تھے) اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''چچاجان! آپ کی ہجرت آخری ہجرت ہے، جیسا کہ میری نبوّت آخری نبوّت ہے۔'' واضح رہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس سے ایک مدّت پہلے ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد اِسلام لاچکے تھے، یہ ایک قول ہے، اور دُوسرا قول یہ ہے کہ اسی سال ۸ھ میں اپنی ہجرت کے زمانے میں اسلام لائے تھے، اور بعض نے اسی کو صحیح کہا ہے جیسا کہ ۲ھ کے واقعات میں گزر چکا ہے۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

تہذیب وترقی کی آڑ میں بے حیائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفیٰ!

پاکستان وہ اسلامی مملکت ہے جو خالص اسلام کے نام پر وجود میں آئی، اس کے قیام میں لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور اس کی بنیاد کو اپنے خون سے استحکام بخشا۔ اُن کے ذہنوں میں اسلامی ریاست کا جو خواب سمایا ہوا تھا، وہ اس کی عملی تعبیر کے لیے کوشاں رہے۔ چنانچہ علمائے کرام نے اپنی پُرامن سیاسی جدوجہد اور قانونی کوششوں اور کاوششوں کے ذریعے قراردادِ مقاصد، 22 اسلامی نکات، 1973ء کے آئین میں اسلامی دفعات، امتناعِ قادیانیت آرڈیننس اور ناموسِ رسالت کا تحفظ وغیرہ کے ذریعے حتی الامکان اپنا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن شومئی قسمت کہ دوسری جانب اس ملک میں ایک ایسا طبقہ بھی ہر وقت سرگرم رہا جو اسے لادینی ریاست بنانے کے لیے کوششیں کرتا رہا، چنانچہ جنرل ایوب خان کے مارشل لا دورِ حکومت میں عائلی قوانین کے نام سے جو قانون سازی کی گئی، وہ سراسر دین اسلام کے خلاف تھی۔ جس پر بار ہا اربابِ حکومت کو توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔

حال ہی میں آئین پاکستان میں جو 27 ویں ترمیم کی گئی ہے، اس کے تحت ایک بار پھر ایسے قوانین بنائے گئے ہیں جو دین اسلام کے بالکل خلاف ہیں۔ جس میں 18 سال سے کم عمری کی شادی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اگر معاملہ محض اسی حد تک رہتا تو انتظامی حدود کے تحت قابلِ فہم ہوتا، لیکن اس قانون میں 18 سال سے کم عمری کی شادی کو زنا بالجبر قرار دیتے ہوئے قابلِ تعزیر جرم بنا دیا گیا ہے۔ جب کہ قرآن وسنت کی تعلیمات اس جانب رہنمائی کرتی ہیں کہ نکاح کے لیے حقیقت میں کوئی وقت، حد یا عمر مقرر اور متعین نہیں، جیسا کہ جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء سے جاری شدہ فتویٰ میں کہا گیا ہے:

”واضح رہے کہ اسلام میں لڑکے یا لڑکی کے لیے شادی کی کوئی خاص عمر متعین ومقرر نہیں کی گئی، کسی بھی عمر میں شادی کرائی جاسکتی ہے، البتہ بلوغت سے پہلے لڑکے یا لڑکی خود سے شادی نہیں کر سکتے، بلکہ ولی کو ان کی شادی کرانے کا شرعاً حق ہوتا ہے، چناں چہ قرآن کریم میں ہے:

"وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ" [الطلاق:4]

ترجمہ: ”تمہاری (مطلقہ) بیبیوں میں جو عورتیں (بوجہ زیادت سن کے) حیض آنے سے مایوس ہوچکی ہیں اگر تم کو (ان کی عدّت کی تعیین میں) شبہ ہو تو ان کی عدّت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو (اب تک بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا۔“ (از بیان القرآن)

اس آیت میں ان لڑکیوں کی عدّت طلاق تین ماہ بیان کی گئی ہے، جن کو ابھی تک حیض نہیں آیا، ظاہر ہے کہ عدت کا سوال طلاق کے بعد ہی

ہوسکتا ہے اور جب تک نکاح صحیح نہ ہو، طلاق کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ اس لیے اس آیت نے نابالغ لڑکیوں کے نکاح کو واضح طور پر جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی (نکاح) چھ سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی، ہاں مباشرت کے حوالے سے اسلام میں یہ قید لگائی گئی ہے کہ اگر لڑکی جماع کی متحمل نہ ہو تو شوہر کو اس سے صحبت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، اور اگر وہ جماع کی متحمل ہو، نیز کسی مرض کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں شوہر کو اس سے صحبت کرنے کی اجازت ہے۔۔۔فقط واللہ أعلم ! فتویٰ نمبر : 144407100170"

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس ذمہ داری سے سبکدوشی میں تاخیر سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

1 :۔۔۔"عن علي بن أبي طالب، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي! ثلاث لاتؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفئًا۔"

(ترمذی، 1/320، باب ماجاء فی الوقت الأول من الفضل، ابواب الصلوٰۃ، ط: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔مصر)

"حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو: نماز میں، جب اس کا وقت ہوجائے۔ جنازہ میں، جب حاضر ہو۔ اور بے نکاح عورت کے نکاح میں، جب اس کا ہم پلہ رشتہ مل جائے۔"

2 :۔۔۔"عن يحيى بن أبي كثير قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا جاء كم من ترضون أمانته وخلقه فأنكحوه كائنًا من كان، فإن لاتفعلوا اتكن فتنة في الأرض وفساد كبير۔ أو قال: عريض۔"

(مصنف عبدالرزاق، 6/152، کتاب النکاح، باب الاکفاء، رقم الحدیث: 10325، ط: المجلس العلمی، الھند)

"آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کی امانت داری اور اچھے اخلاق سے تم رضامند ہو تو نکاح کردیا کرو وہ کوئی بھی ہو؛ اس لیے کہ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فساد پیدا ہوجائے گا۔"

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نکاح جلد کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائیں اور نکاح میں تاخیر کو زمین میں فتنہ وفساد کا سبب قرار دیں، لیکن ہم مغربی اقوام کی خوشنودی کے حصول کے لیے قرآن وسنت کو فراموش کیے جارہے ہیں!

اس بل کی منظوری کے خلاف قومی اسمبلی میں حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے شدید احتجاج تو کیا ہے، لیکن اس موقع پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے اہم نکتہ اٹھایا کہ اس بل کی منظوری سے قبل اسے اسلامی نظریاتی کونسل میں بھیجا جانا چاہیے تھا، ان کی رائے لی جاتی، پھر یہاں اس پر بحث ہوتی۔ لیکن جس عجلت کے ساتھ یہ بل منظور کیے جارہے ہیں، نیز ان پر یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ اقوامِ متحدہ اور دیگر عالمی اداروں کی ہدایات کے پیشِ نظر ایسا کیا جا رہا ہے، جس سے یہ معاملہ حد درجہ مشکوک ہوجاتا ہے۔ یقیناً یہ مداخلت اور مداہنت، دینِ اسلام کے منشور اور مملکتِ پاکستان کے دستور میں قابلِ منظور نہیں ہے۔

دوسری جانب مغرب جس کی ایما پر یہ سب کیا جارہا ہے، وہاں آئے روز 18 سال سے کم سن لڑکیوں کے اسقاطِ حمل یا ماں بننے کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ بلکہ اب تو تہذیبِ مغرب کا ایسا چہرہ سامنے آیا ہے جس نے شرافت کو منہ چھپانے پر مجبور کردیا ہے، مشرقی ممالک کی خواتین کے غم میں گھلنے والے، عورتوں کی تعلیم کے لیے فکرمند رہنے والے، بچوں کی صحت کی خاطر گھر گھر جاکر قطرے پلوانے کی مہم چلوانے والے، سائنسی ایجادات میں

اپنا نام پیدا کرنے والے نام نہاد عالمی قائدین کے مخرب الاخلاق قصے عام ہو چکے ہیں، جس کے بعد یہ معمّا حل کرنا مشکل نہیں رہا کہ کیوں عالمِ کفر اسلامی دنیا کے تہذیب کا جنازہ نکال دینے کے پیچھے پڑا ہوا ہے! درحقیقت شرم وحیا سے عاری یہ مغربی معاشرے مسلمانوں کو بھی اسی غلاظت میں لتھڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں، جس کے یہ خود خوگر ہیں۔

فحاشی وعریانی کا سیلاب حالیہ دنوں میں اس وقت بھی امڈتا نظر آیا جب صوبہ پنجاب میں 25 سال بعد بسنت پر عائد پابندی اٹھالی گئی۔ حکومتی سرپرستی اور حکومتی ترغیب وتحریص کی بنا پر فروری 2026ء کے پہلے عشرے میں پنجاب بالخصوص لاہور میں یہ تہوار منایا گیا اور اس کے اختتام پر پنجاب کی وزیر اعلیٰ نے قوم کو یہ مژدہ بھی سنایا کہ ہم پنجاب کے دوسرے شہروں میں بھی اس کو پھیلائیں گے اور اس کی اجازت دیں گے۔

اس پتنگ بازی کے حامی اسے اگرچہ موسمِ بہار کے ساتھ جوڑتے ہیں اور برصغیر کا قدیم ثقافتی تہوار قرار دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک متنازع تہوار ہے، جو معروف محقق تاریخ دان ابوریحان البیرونیؒ کی تصنیف ''کتاب الہند'' کے مطابق ہندومت کا مذہبی تہوار ہے۔ جب کہ بعض ہندو اور انگریز مؤرخین کا یہ اعتراف بھی پایا جاتا ہے کہ 1734ء میں حقیقت رائے نامی ایک گستاخِ رسول کی یاد میں یہ تہوار منایا جاتا ہے، جسے اس جرم میں سرقلم کیا گیا تھا۔ بہرحال! بسنت کا جو بھی پس منظر ہو، اسلامی تعلیمات کے ساتھ یہ میل نہیں کھاتا، کیونکہ اس موقع پر ہونے والی فضول خرچیاں، مرد وزن کا بے محابا اختلاط اور بے ہودہ لہو ولعب کسی بھی اعتبار سے پسندیدہ امور نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ''مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔''

(سنن ترمذی، کتاب الزہد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: 2317)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔''

نیز اس موقع پر مرد وزن کا اختلاط اور ناچ گانے کا شور وغل بالکل جائز نہیں اور بہت سے غیر شرعی شنیع امور کا سبب وذریعہ ہے۔ اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔ پنجاب حکومت جو اپنے صوبے میں تعمیر وترقی اور اچھی حکومت سازی کے لیے کوششیں کر رہی ہے، اسے بدنامی کا یہ داغ خود پر لگوانے کی کیا ضرورت تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ترقی کے نام پر اس قسم کی فضولیات کو عام کیا جا رہا ہو؟ بہرحال! یہ فیصلہ افسوس ناک ہے۔ بالخصوص ایسے موقع پر جب ہمارا ملک اندرونی دہشت گردی کا شکار ہے اور صوبہ بلوچستان اور خیبر پختون خوا میں فوجی جوان مادرِ وطن کی بقا کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔

اسلام آباد میں امام بارگاہ کے اندر نمازِ جمعہ کے دوران دہشت گردی کا دل خراش سانحہ بھی ایسے ہی موقع پر پیش آیا ہے، جس میں کئی بے گناہ جانیں چلی گئیں۔ اس لیے ایسے موقع پر تو ضرور ان تمام خرافات اور فضولیات سے اجتناب کرنا انتہائی ضروری تھا، لیکن افسوس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے حکمرانوں کو سمجھ بوجھ عطا فرمائے، آمین!

بہرحال! اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے، ملک دشمن عناصر کی چالوں کو ناکام فرمائے، فوجی جوانوں اور عوام کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور آئندہ ہر قسم کے سانحات سے ملک اور قوم کو محفوظ رکھے، آمین یارب العالمین!

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین!

ماہِ رمضان میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات

مولانا محمد اجمل قاسمی

گزشتہ سے پیوستہ

اور ایک روایت میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”إنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ صَلّی فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيلَةٍ، فَصَلّی بِصَلاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّی مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: قَدْ رَأَيتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ، فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيكُمْ قَالَ: وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ۔“ (صحیح مسلم، رقم:۷۶۱)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر دوسری رات جب آپ نے نماز پڑھی تو مقتدی زیادہ ہوگئے، تیسری یا چوتھی رات آپ نماز تراویح کے لیے تشریف نہ لائے، اور صبح کو فرمایا: میں نے تمہارا وہ شوق دیکھا جس کا مظاہرہ تم نے رات میں کیا، اور میں اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں (تراویح) فرض نہ کردی جائے۔“

مذکورہ بالا احادیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ چند رات تراویح باجماعت پڑھی، (۲) پھر جب لوگوں کا شوق دیکھا تو اس اندیشہ سے جماعت ترک کردی کہ کہیں تراویح باجماعت فرض نہ ہوجائے، (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کا اہتمام گرچہ ترک کردیا؛ لیکن خود بھی رمضان کی راتوں میں نمازوں کی کثرت رکھتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیب دلانے سے لوگ خود حضور کی حیات طیبہ اور اس کے بعد دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی کے ابتدائی زمانے میں اپنے اپنے طور پر تراویح کا اہتمام کرتے تھے، (۵) نماز تراویح میں انتہائی ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا کرتے تھے، (۶) تراویح اگر اخلاص کے ساتھ ادا کی جائے تو اس سے عمر بھر کے گناہ (صغیرہ) معاف ہوجاتے ہیں۔

تراویح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند روز باجماعت پڑھائی تھی اور پھر فرض کے خوف سے ترک کردیا تھا، آپ کی وفات کے بعد فرضیت کا اندیشہ ختم ہوگیا تھا؛ اس لیے حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں چند سالوں کے بعد اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی طریقے کے مطابق باجماعت شروع کردیا، جسے صحابہ کرامؓ نے پسند فرمایا اور وہی طریقہ امت میں آج تک چلا آرہا ہے۔

بہرحال تراویح رمضان کا بہت اہم اور مبارک عمل ہے، اس کی ادائیگی مغفرت کا ذریعہ اور باعث اجر وثواب ہے اور اس سے غفلت بہت بڑی محرومی کا سبب ہے۔

تہجد کا اہتمام:

تہجد کی نماز اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ضعف کی رعایت کرتے ہوئے گو فرض نہیں کی ہے؛ مگر اس کے فضائل اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے اور نفس کی سرکشی کو دور کرنے میں اس کا بڑا اہم کردار ہے، احادیث میں اس نماز کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہیں، خود اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں بڑے زوردار انداز میں اس کی تاکید کی ہے، سورہ مزمل کی ابتدائی آیات اس کی تاکید وترغیب اور اہمیت وفضیلت کے بیان میں وارد ہوئی ہیں، تہجد کا فائدہ بتاتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا: ”إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا۔“ (المزمل:۶)

ترجمہ: ”بیشک رات کے وقت اٹھنا ہی ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے اور بات بھی بہتر طریقے پر کہی جاتی ہے۔“ (یعنی رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے سے انسان کے لیے اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا آسان ہوجاتا ہے، اور رات کے وقت چوں کہ شور وغل نہیں ہوتا؛ اس لیے تلاوت اور دعا ٹھیک ٹھیک اور حضور قلب کے ساتھ ادا ہوتی

ہے، دن کے وقت یہ فائدے کم ہوتے ہیں)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَإِنَّهٗ دَأْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ۔“ (سنن النسائی:۳۵۴۹)

ترجمہ: ”لوگو! رات میں اللہ تعالیٰ کے حضور نمازوں میں کھڑے ہونے کو لازم پکڑلو؛ اس لیے کہ یہ تم سے پہلے نیکوں کا طریقہ رہا ہے۔“

تہجد آپ عام دنوں میں بھی پڑھتے تھے اور رمضان میں بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ”مَاکَانَ یَزِیدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَیْرِهٖ عَلَی أَحَدَ عَشَرَةَ رَکْعَةً یُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَاتَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ یُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَاتَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ یُصَلِّي ثَلَاثًا۔“ (صحیح البخاری، رقم ۲۰۱۳)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور رمضان کے علاوہ میں بھی گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعت ایک ساتھ پڑھتے، مت پوچھیے یہ چار رکعتیں کتنی اچھی اور کتنی لمبی ہوتی تھیں، پھر آپ مزید چار رکعت ایک ساتھ پڑھتے، مت پوچھئے کہ یہ چار رکعتیں کتنی اچھی اور کتنی لمبی ہوتی تھیں، پھر آپ تین رکعتیں پڑھتے تھے۔“

اس حدیث میں کُل گیارہ رکعت کا ذکر ہے، جس میں آٹھ رکعتیں تہجد کی ہیں، اور تین رکعتیں وتر کی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول آٹھ رکعت تہجد پڑھنے کا ہی تھا؛ مگر بعض اوقات آپ نے بارہ اور چار رکعت بھی ادا فرمائی ہے۔

عام دنوں میں تہجد کی ادائیگی قدرے مشکل کام ہے، رات کے آخری پہر میں نیند گہری ہوتی ہے، ایسی گہری اور میٹھی نیند کو قربان کرکے تہجد ادا کرنا طبیعت کے لیے خاصا دشوار ہے؛ مگر رمضان میں سحری کے لیے ہر کوئی بیدار ہوتا ہے، تہجد اور تلاوت کا ایک ماحول ہوتا ہے، لہٰذا رمضان میں تہجد کی ادائیگی بہت ہی آسان ہے، بس ذرا اس طرف توجہ کی ضرورت ہے، یہ نماز بڑے فضائل رکھتی ہے، کم از کم رمضان میں ان فضائل کے حاصل کرنے کا اہتمام تو کرنا ہی چاہیے، افسوس کہ بہت سے لوگ اپنی ذرا سی غفلت کی وجہ سے بہت بڑے خیر سے محروم رہ جاتے ہیں۔

عشرۂ اخیرہ میں خصوصی اہتمام اور گھر والوں کو شب بیداری کی ترغیب:

یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا رمضان عبادت و ریاضت کے لیے وقف تھا؛ مگر عشرۂ اخیرہ میں یہ اہتمام مزید بڑھ جاتا تھا، راتوں رات عبادت میں مشغول رہتے، گھر والوں کو بھی جگاتے اور نماز و عبادت میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتے؛ چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے: ”کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْیَا اللَّیْلَ وَأَیْقَظَ أَهْلَهٗ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔“ (جامع الترمذی، رقم: ۷۹۵، ومسند احمد، رقم: ۱۱۰۵)

ترجمہ: ”جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ راتوں کو عبادت سے آباد کرتے، اپنے گھر والوں کو عبادت کے لیے بیدار کرتے، اور کمر کس لیتے۔“ (کمر کس لینے کا یہاں دو مفہوم ہوسکتا ہے، ایک تو یہ کہ آپ بیویوں سے ملنا ملانا بھی ترک کردیتے اور ہمہ وقت صرف یاد الٰہی میں مصروف رہتے، اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ آپ عبادت و ریاضت کے لیے حد درجہ مستعد ہوجاتے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں: ”کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِي غَیْرِهَا۔“ (صحیح مسلم رقم: ۱۱۷۵)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت وغیرہ میں وہ مجاہدہ کرتے اور وہ مشقت اٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔“

کیا ہی اچھا ہو کہ آدمی رمضان کے آخری عشرے کی برکتوں اور سعادتوں سے خود بھی زیادہ سے زیادہ حصہ پائے اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کی ترغیب دے، آخر دنیا کی بھلائیوں میں ہم اپنے گھر والوں کو یاد رکھتے ہی ہیں اور ان کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کے لیے فکرمند رہتے ہیں، تو پھر ان کی آخرت کی بھلائی کیلئے ان کے تئیں فکرمند کیوں نہ ہوں۔

قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا سننا سنانا:

رمضان کے بابرکت مہینے کو قرآن پاک سے بڑی مناسبت ہے، قرآن پاک کی تصریح کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پاکیزہ کلام کو لوح محفوظ سے سب سے آخری آسمان پر اتارنے کے لیے اسی مبارک مہینے اور اس کی بابرکت رات شب قدر کا انتخاب فرمایا، احادیث سے بھی قرآن اور روزے میں خاص تعلق کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ وارد ہے: ”الصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، یَقُوْلُ

الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهْوَةَ فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ۔" (مسند احمد رقم ۶۶۲۶، الطبرانی رقم ۱۴۶۷۲)

ترجمہ: "روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا، اے رب میں نے اس بندے کو کھانے اور خواہشات سے روکا ہے؛ لہٰذا تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا: میں نے اس بندے کو رات میں سونے سے روکا ہے (یعنی راتوں کو جاگ کر تراویح اور نفلوں میں قرآن پڑھتا تھا) لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش کو قبول فرما، اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا تو یہ دونوں ہی سفارش کریں گے۔"

راتوں کو نوافل میں قرآن کریم کی تلاوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا، رمضان میں آپ کا یہ معمول مزید بڑھ جاتا تھا، پھر رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مل کر قرآن سنتے اور سناتے تھے؛ چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے: "عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔" (سنن النسائی، رقم: ۲۰۹۴)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی بخشش اور خلق کی نفع رسانی میں اللہ کے سب بندوں سے فائق تھے، اور رمضان مبارک میں آپ کی یہ کریمانہ صفت اور زیادہ ترقی کر جاتی تھی، رمضان میں ہر رات جبریل امین آپ سے ملتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن مجید سناتے تھے، تو جب جبریل آپ سے ملتے تھے تو آپ کی اس کریمانہ نفع رسانی اور خیر کی بخشش میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی اور زور پیدا ہوتا۔"

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں نہ صرف تلاوت کرتے تھے، بلکہ حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن سناتے بھی تھے، لہٰذا رمضان میں حفاظ کرام قرآن کے پاک سننے اور سنانے کا جو اہتمام کرتے ہیں وہ دوہرے اجر کے مستحق ہوتے ہیں، ایک اجر قرآن سننے اور سنانے کا اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کو زندہ کرنے کا؛ لہٰذا اس کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہونا چاہیے۔

صدقات وخیرات اور نفع رسانی کی کثرت:

رمضان مبارک میں نیکیوں کا اجر بڑھ جاتا ہے؛ لہٰذا ذکر و تلاوت دعا و تسبیح اور نماز کی کثرت و اہتمام کے ساتھ اپنی بساط بھر زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اس کی ترغیب دی ہے، روزہ داروں کو روزہ افطار کرانے پر بڑے اجر و ثواب کے وعدے کیے گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں یوں ہی سخاوت داد و دہش اور لوگوں کی حاجت روائی کا اہتمام کچھ کم نہ تھا؛ مگر رمضان میں آپ کی طبیعت پر کچھ عجیب کیف و نشاط کا عالم طاری رہتا؛ چنانچہ جہاں آپ کے اور اعمال میں اضافہ ہوتا، وہیں آپ کی جود و سخا اور لوگوں کو دینی و دنیاوی فائدہ پہنچانے کا جذبہ بھی بہت بڑھ جاتا تھا جس سے ہر کوئی فیضیاب ہوتا، اوپر کی حدیث میں مذکور یہ الفاظ ایک بار پھر پڑھیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و سخا اور جذبہ نفع رسانی کا کچھ اندازہ لگائیے: "قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔" (سنن النسائی، رقم: ۲۰۹۴)

ترجمہ: "فرمایا: جب جبریل آپ سے ملتے تھے تو آپ کی اس کریمانہ نفع رسانی اور خیر کی بخشش میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی اور زور پیدا ہوتا۔"

جس طرح بارش سے پہلے آنے والے ٹھنڈی ہواؤں کے مست جھونکے ہر کسی کے بدن کو چھوتے اور اس کے دل کو خوش کر دیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و سخا کے بابرکت جھونکے اس سے کہیں زیادہ لوگوں کو فیضیاب کرتے اور ان کے لیے باعث فرحت و شادمانی بنتے ہیں؛ لہٰذا امت کے افراد کو اپنی اپنی بساط کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور صدقہ و خیرات اور خیر کی تعلیم کے ذریعے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

رمضان المبارک رب کریم کی عطا، اس کی داد و دہش، اس کی عنایت خسروانہ اور الطاف کریمانہ کا موسم بہار اور اس کے عفو درگزر کو حاصل

کرنے کا خاص سیزن ہے، اور اعتکاف ان عظیم سوغاتوں اور نوازشوں کے سمیٹنے کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ ہے، اعتکاف کیا ہے؟ اعتکاف نام ہے ہر طرف سے یکسو ہوکر مولا کے گھر پڑ جانے کا، اس کے درِ دولت کی چوکھٹ کو تھام کر اس کو منانے اور اس سے مانگنے کا اور اس کے کرم کی بارش سے اپنے دامنِ مراد کو بھرنے کا، دوسری ساری عبادتیں آدمی کچھ وقت تک ہی انجام دے سکتا ہے، جہاں کسی اور کام میں مشغول ہوا عبادت کا سلسلہ رک جاتا ہے؛ لیکن اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے جس میں آدمی سوتے جاگتے، کھاتے پیتے اور بات کرتے ہر وقت عبادت میں ہوتا ہے، دورانِ اعتکاف کسی اور کارِ خیر یا عبادت میں مشغول ہو جائے تو کیا کہنے! سونے پر سہاگا، نورٌ علیٰ نور؛ بلکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں کے کرنے سے مجبور ہو جاتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں اللہ کے حکم سے ان نیکیوں کا بھی ثواب لکھا جاتا ہے۔ (معارف الحدیث: ۴/ ۱۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف کا اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے، اعتکاف کے فضائل بہت زیادہ ہیں، کسی بھی مسلمان کو اس کے محروم نہیں رہنا چاہیے، اگر ہر رمضان میں اس کی توفیق ہو جایا کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک معمول تھا تو کیا کہنے! قابلِ رشک ہیں ایسے لوگ؛ لیکن اگر حالات اس کی اجازت نہیں دیتے، تو پھر کسی کسی سال تو اس کا اہتمام ضرور ہونا چاہیے، آدمی روزی روٹی کی خاطر سالہا سال کے لیے بیوی، بچے، وطن اور نہ جانے کیا کیا چھوڑ دیتا ہے، جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کے لیے چند دن کے لیے گھر چھوڑ کر مسجد میں پڑ جانا کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے، بس ہمت اور ارادے کی ضرورت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

’’اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔‘‘ (صحیح البخاری، رقم: ۱۹۲۲)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے، آپ کا یہ معمول جاری رہا؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے (اپنے گھر کے معتکف میں) اعتکاف کے معمول کو جاری رکھا۔‘‘

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ’’كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ كُلَّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوماً۔‘‘ (صحیح البخاری، رقم: ۱۹۳۹)

ترجمہ: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے، جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت براہ راست اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی؛ اس لیے آپ کی فطرت اعلیٰ اخلاق کے بہترین سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ۔‘‘ (القلم: ۶۸) (اے نبی! بلاشبہ آپ زبردست اخلاق کے حامل ہیں) رمضان تو خیرِ رمضان ہی ہے، آپ اپنی عام زندگی میں بھی بدگوئی، غیبت، بہتان تراشی اور بیہودہ وفضول قسم کی باتوں سے ہمیشہ پاک وصاف رہے، آپ امت کو بھی ان برائیوں سے دور رکھنا چاہتے تھے؛ چنانچہ لوگوں کو ان سے آگاہ کرتے، رمضان میں خاص طور پر ان سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے؛ اس لیے کہ ان برائیوں سے پرہیز کیے بغیر روزہ ضابطے میں گو ادا ہو جاتا ہے؛ مگر روزے کے جو فوائد وثمرات ہیں، اس کی جو اصل روحانی برکتیں ہیں، اور اس کے ذریعے ہمارے نفس کی جس طرح کی تربیت مقصود ہے وہ ان برائیوں سے بچے بغیر حاصل نہیں ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ، فَإِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ۔‘‘ (صحیح البخاری رقم: ۱۸۹۴)

’’روزہ (نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاؤ کے لیے) ڈھال ہے، اور جب تم سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیے کہ وہ بیہودہ اور فحش باتیں نہ بکے، اور نہ حماقت ونادانی کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ یا جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں‘‘ (اور یہ کہہ کر کنارہ کش ہو جائے)۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا: ’’مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔‘‘ (صحیح البخاری، رقم: ۱۹۰۳)

’’جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ کے معمولات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین! ۞

غزوۂ بدر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی حکمتِ عملی

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

غزوۂ بدر (12 تا 17 رمضان 2 ہجری 8 تا 13 مارچ 624ء) اسلامی تاریخ کا وہ عظیم اور تاریخ ساز معرکہ ہے کہ جب اسلام و کفر، حق و باطل پہلی بار براہِ راست صف آراء ہوئے۔ اس تاریخی معرکے میں فرزندانِ اسلام کی تعداد کفّار کے مقابلے میں ایک تہائی تھی۔ وسائلِ جنگ کے اعتبار سے مسلمان بظاہر بہت کم زور تھے اور جزیرہ نمائے عرب کا اجتماعی ماحول بھی اُن کے خلاف تھا۔ کُفر اپنے پورے کرّ وفر، غرور و رعونت کے ساتھ تین گُنا زائد فوج لے کر حق کی بے سروسامانی سے نبردآزما ہونے کو میدان میں آیا تھا، لیکن اللہ کی مدد و نصرت، رسولِ اکرم ﷺ کی دعاؤں، آپ ﷺ کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی، صحابۂ کرامؓ کی ایمانی فراست، جرأت و شجاعت، بے نظیر استقامت، بہادری اور جذبۂ ایمانی کی بدولت کفّار و مشرکین کو ایسی فیصلہ کُن ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا کہ جس نے اُن کی کمر توڑ کے رکھ دی۔

مؤرّخین اور سیرت نگار اِس تاریخ ساز معرکے کو ''غزوۂ بدرۃ الکبریٰ'' اور ''بدر العظمیٰ'' کے ناموں سے بھی موسوم کرتے ہیں، جب کہ قرآنِ کریم میں اسے ''یوم الفرقان'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یعنی وہ دن، جس میں حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے درمیان فرق آشکار ہوگیا۔ حق غالب رہا اور باطل مغلوب۔

تجزیہ و پس منظر:

طلوعِ اسلام اور دعوتِ حق کے نتیجے میں معاشرہ دو گروہوں میں بٹ گیا تھا۔ ایک طرف وہ تھے، جنہوں نے پیغمبرِ رحمت ﷺ کی دعوتِ حق پر لبّیک کہتے ہوئے حق و صداقت کا ابدی راستہ اختیار کیا، جب کہ دوسری طرف، باطل پرستوں کی پوری جماعت تھی، جو تمام تر وسائل و اسباب کے ساتھ حق کے خلاف صف آرا تھی۔

اہلِ اسلام کہتے تھے کہ اُنہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ جسے بہتر سمجھیں، وہ راہ اختیار کریں، جب کہ مشرکینِ مکّہ اِس بات پر ڈٹے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو یہ حق حاصل نہیں، یعنی وہ مسلمانوں کے اعتقاد و ضمیر کی آزادی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اُن کی پوری جدوجہد، مخالفت اور کوششوں کا حاصل یہ تھا کہ اہلِ اسلام کو دینِ حق اور دعوت و توحید سے باز رکھیں۔

غزوۂ بدر کے اسباب:

مؤرخین اور سیرت نگاروں نے غزوۂ بدر کے متعدد مذہبی، سیاسی اور معاشی اسباب بیان کیے ہیں:

(1) اسلام کی روز افزوں ترقّی اور دین کی اشاعت سے قریشِ مکّہ کے بُت پرستانہ باطل نظام کو خطرہ لاحق تھا۔

(2) مکّے کی تیرہ سالہ زندگی میں کفّارِ قریش، مسلمانوں پر بے انتہا مظالم ڈھاتے رہے، بالآخر اُنھیں سخت اذیّت پہنچا کر مکّے سے ہجرت پر مجبور کیا۔

(3) جو مسلمان ہجرت کر کے مکّے سے مدینے جا رہے تھے، اُن پر مظالم ڈھائے جاتے اور اُن کی جائیدادیں ضبط کرلی جاتیں۔

(4) مسلمانوں کے نئے مسکن، یعنی حبشہ اور مدینے کے حکم رانوں یا بااثر افراد کو کفّارِ قریش مسلسل یہ ترغیب اور دھمکی دے رہے تھے کہ مکّے کے اِن تارکین کو پناہ نہ دی جائے۔

(5) اِن ناانصافیوں کے انتقام لینے کے لیے ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمان، قریش پر معاشی دباؤ ڈالتے رہے۔ قریش کے تجارتی قافلوں کی آمدورفت کو یثرب کے علاقے میں روک دیا جاتا تھا۔

قریشِ مکّہ کو اپنے تجارتی قافلوں کے

لُوٹے جانے کا ہر وقت اندیشہ لاحق رہتا، جب کہ دُور دراز کے راستے اختیار کرنے پر اُنہیں نقصان ہوتا تھا۔ تو یہ تمام وہ اسباب تھے، جو آخر کار جنگِ بدر کا سبب بنے۔

(سیّد واجد رضوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں، ص:111)

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور جاں نثارانِ نبوت نے مسلسل تیرہ برس تک ہر طرح کے مظالم برداشت کیے، آخر جب اُن کے لیے مکّے میں زندہ رہنا دشوار ہوگیا، تو وہ مدینے چلے آئے، لیکن قریشِ مکّہ نے اُنھیں یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا، پے درپے حملے شروع کر دیئے، اب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین راہیں تھیں:

(1) جس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق سمجھتے تھے، اُس سے دست بردار ہو جائیں۔

(2) اُس پر قائم رہیں، لیکن مسلمانوں کو ہر طرح کی اذیت کا سامنا کرنے دیں۔

(3) ظلم وتشدد کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

آپ نے تیسرا راستہ اختیار کیا اور نتیجہ وہی نکلا، جو ہمیشہ نکلتا ہے۔ یعنی حق فتح مند ہوا اور باطل ذلّت آمیز شکست سے دو چار۔ میدانِ کارزار کی طرف روانگی کے وقت اثنائے راہ میں حالات کی اچانک اور پُرخطر تبدیلی کے پیشِ نظر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلیٰ فوجی مجلسِ مشاورت منعقد کی، جس میں درپیش صُورتِ حال کا تذکرہ فرمایا اور کمانڈرز اور عام فوجیوں سے تبادلۂ خیال کیا اور اس موقع پر صحابۂ کرامؓ نے بھرپور جرأت و استقامت اور عزیمت کا اظہار کیا۔

صحابۂ کرامؓ کی بے مثال جرأت و استقامت:

مجلسِ مشاورت میں قافلۂ حق کے اوّل اوّل مسلمان، السّابق، الاوّل، سیّدنا صدیق اکبرؓ نے نہایت والہانہ انداز میں اظہارِ جاں نثاری فرمایا اور بسروچشم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو قبول کیا اور مال وجان سے اطاعت کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ اس کے بعد فاروقِ اعظمؓ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے بھی اظہارِ جاں نثاری فرمایا۔ بعدازاں، مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے۔ اِس واقعے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ امام الانبیاء، سیّد المرسلین، حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام جب مقامِ ذفران پر پہنچے، تو اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑی شان وشوکت کے ساتھ بڑھا چلا آرہا ہے، تاکہ وہ اپنے قافلے کا بچاؤ کر سکے۔

اِس اطلاع نے صُورتِ حال بدل کر رکھ دی کہ پہلے مسلمان، ابوسفیان کے تعاقب میں بڑھے چلے آرہے تھے، اب اچانک معلوم ہوا کہ قافلہ تو بچ کر نکل گیا ہے اور قریشِ مکّہ ایک لشکرِ جرّار کے ساتھ آرہے ہیں، اِس لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلسِ مشاورت منعقد کی۔ مہاجرین، انصار، اوس وخزرج کے قبائل سب کو اس مجلس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ جب سب جمع ہوگئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صُورتِ حال سے آگاہ فرمایا اور پوچھا، اب تمہاری کیا رائے ہے؟ اِس موقع پر سب سے پہلے سیّدنا صدیق اکبرؓ اُٹھے اور بہت خُوب صُورت گفتگو کی، پھر حضرت عمرؓ اُٹھے، اُنہوں نے بھی اپنے جذبۂ جاں نثاری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

پھر حضرت مقدادؓ اُٹھے، اُنہوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تشریف لے چلیے، جہاں اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، بخدا! ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے، جو جواب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو دیا تھا کہ ''جایئے! آپ اور آپ کا ربّ اُن سے جنگ کیجیے، ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔'' بلکہ ہم یہ کہیں گے، تشریف لے چلیے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپؐ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچ جائیں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت مقدادؓ کے یہ ایمان افروز کلمات سُن کر اُنہیں کلمۂ خیر سے یاد فرمایا اور اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔'' حضرت سعد بن معاذؓ یہ سُن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رائے پوچھ رہے ہیں؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک۔'' اِس پر حضرت سعدؓ گویا ہوئے: ''بے شک! ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں، ہم نے آپؐ کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے

گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپؐ تشریف لائے ہیں، وہ حق ہے اور اس پر ہم نے آپؐ کے ساتھ وعدے کیے ہیں۔ ہم نے آپؐ کا حکم سُننے اور اسے بجالانے کے پیمان باندھے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ تشریف لے چلیے، جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہے۔

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اُس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپؐ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور خُود اس میں داخل ہو جائیں، تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگادیں گے، ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں، دُشمن سے مقابلے کے وقت ہم سچّے ہیں، ہمیں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے وہ کارنامے دِکھائے گا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمِ مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس، اللہ کی برکت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو جایئے۔‘‘ حضرت سعدؓ کے یہ مجاہدانہ جذبات سُن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں خوش خبری ہو، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا! مَیں قوم (کفّارِ مکّہ) کے مقتولوں کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں۔‘‘

غزوۂ بدر کے موقعے پر آپؐ کی دفاعی حکمتِ عملی یہ تھی کہ فوج کے ہر حصّے پر جو افسر مقرّر فرماتے، اُسے بتاتے کہ کفّارِ مکّہ آگے بڑھیں اور اِتنی دُور پہنچ جائیں، تو اُن پر سنگ باری کی جائے اور جب اس سے قریب آ جائیں، تو تیر اندازی کی جائے۔ اگر مشرکین یک لخت حملہ کر دیں، تو اُنہیں آگے بڑھنے دینا اور جب یقین ہو جائے کہ تمہارے تیر کارگر ہوں گے، تو اُس وقت اُنہیں تیروں کا نشانہ بنانا، جب وہ مزید قریب ہو جائیں، تو نیزوں سے کام لینا اور جب وہ تلوار کی زد میں ہوں، تو تلوار سے حملہ آور ہونا۔

ان ہدایات سے آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ غیر دانش مندی اور گھبراہٹ میں کوئی اقدام نہ کیا جائے، بلکہ جس وقت جس ہتھیار کے استعمال کا موقع ہو، اُسی سے کام لیا جائے۔ جوش وجذبات میں آکر جنگ میں پہل نہ کی جائے۔ حملہ اُسی وقت کیا جائے، جب حکم دیا جائے۔ دوسری طرف، جنگِ بدر میں عورتوں کے سپرد صرف بعد از جنگ مرہم پٹی ہی کی ذمّے داری نہ تھی، بلکہ جنگ کے دوران جن تیر اندازوں کے تیر گر جائیں، اُنہیں اُٹھا کر تیر اندازوں کو پہنچانے اور جنگ کرنے والوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی اُن کے سپرد تھی۔ مجاہدین کو یہ ہدایت تھی کہ وہ دُشمن کی عورتوں کو قتل نہ کریں۔

صف بندی اور اس کے معائنے کے بعد آپؐ نے جو خطبہ دیا، وہ فصاحت و بلاغت میں بے نظیر ہے۔ حمد و ثنا کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’جن باتوں پر اللہ تعالیٰ تمہیں آمادہ کر رہا ہے، اُن ہی کی مَیں بھی تمہیں دعوت دیتا ہوں اور اُن ہی باتوں سے مَیں تمہیں روکتا ہوں، جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ اللہ کی شان بہت عظیم ہے۔ نہ معلوم وہ تمہارے کس عمل سے خوش ہو کر تمہیں کیا دے دے اور کس خواہشِ نفس پر قابو پانے کا کیا صلہ عطا فرما دے۔ اللہ حق کا حکم دیتا ہے، سچّائی کو پسند کرتا ہے، نیکی کرنے والوں کو اُن کے اخلاصِ مراتب کے اعتبار سے نوازتا ہے۔

اسی نیکی کے ساتھ اس کی یاد کی جاتی ہے اور اسی نیکی کی وجہ سے اس کے درجے قائم ہوتے ہیں۔ نیکی تو ایک ہی ہوتی ہے، لیکن جس درجے کا اخلاص اور اُسے انجام دینے کی جتنی زبردست خواہش ہوتی ہے، اُسی لحاظ سے اجر کے درجات میں کمی و زیادتی ہوتی ہے۔ اللہ نے تمہیں حق کی میزان بنا دیا ہے، تم جانتے ہو، وہی نیکی قبول ہوگی، جو اللہ کی خوش نُودی کے لیے ہو اور جنگ کے وقت چوٹ سہہ جانے اور مقابلے میں قوتِ برداشت و استقامت کے لحاظ سے تمہاری افکار دُور ہوں گی، غم سے نجات پاؤ گے اور آخرت میں بھی نجات تمہاری قوتِ برداشت کے اندازے پر ملے گی۔

اللہ کے نبیؐ تمہارے درمیان موجود ہوں گے، جو گناہ اور کم درجے کی چیزوں کی طرف تمہیں جانے سے بچاتے ہیں، نیکی اور بلند درجوں کی باتوں کا تمہیں حکم دیتے ہیں۔ اِس بات سے شرم کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ایسی باتوں پر مطلع ہو، جس سے وہ نفرت کرتا ہے اور غضب ناک ہوتا ہے۔ دیکھو! اللہ نے اپنی کتاب میں تمہیں کیا احکام دیئے ہیں اور کچھ ایسے واقعات اللہ نے تمہارے سامنے پیش کر دیئے ہیں، جن کی تعمیل کے خوش کُن نتائج تمہارے سامنے آچکے ہیں اور اس نے کُن

کن نعمتوں سے تمہیں سرفراز کیا ہے۔ تم بہت کم زور اور بے وقار تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں غالب اور باوقار بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے احکام پر پوری قوت سے عمل کرو، تمہارا ربّ خوش ہوجائے گا اور صبر و برداشت کے موقعے پر اپنے ربّ کو امتحان دے کر ان نعمتوں کے مستحق بنو، جن کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔ اس کی مغفرت سے سرفراز ہوگے۔ بے شک اس کا وعدہ حق ہے۔ اس کی بات سچّی ہے۔ اس کی نافرمانی بڑے عذاب کو دعوت دیتی ہے۔ بے شک، ہمارا تمہارا وجود اس حیّ وقیوم کی حیات بخشی سے ہے اور اس قیوم کے نظمِ قیامِ عالم سے ہماری زندگی کی منزلیں گزر رہی ہیں۔ ہم اس سے توقع قائم کرتے ہیں، اسے مضبوطی سے تھامتے ہیں، اُسی پر بھروسا ہے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو بخش دے۔‘‘

نبی کریم ﷺ کا یہ خطبہ بلاغت اور ایجازِ کلام، نیز اپنے مقاصد کی جامعیت کا ایک منفرد نمونہ ہے، جس میں مسلمانوں کے سامنے وہ امور پیش کیے گئے، جن کے مطابق انہیں اپنی زندگی گزارنی ہے اور جن کے بغیر یہ اندیشہ ہے کہ اُن کی زندگی کا وہ کارنامہ، جس نے اُنہیں حیاتِ ابدی عطا کی ہے، محض انتقام نہ ہوجائے۔ نیز، نام وَری وشہرت کا جذبہ، مالِ غنیمت کی حرص اُن کے دل ونظر کو گم راہ نہ کردے۔ یہ موقع جنگ کا تھا اور مسلمانوں کو آخرت طلبی اور نیکیوں میں سبقت کی دعوت دی جارہی تھی، قلوب کو متوجہ کیا جارہا تھا تاکہ دنیا طلبی کا کوئی شائبہ نہ آنے پائے۔

کسی موقعے پر آپؐ نے مسلمانوں کو ظلم پر آمادہ کیا اور نہ ہی خون ریزی پر اُبھارا۔ ہاں، سرفروشی کے موقعے پر جان چُرانے سے ضرور روکا۔ موت کو آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود راہِ حق پر جمے رہنے کی تلقین کی۔ آپؐ نے اپنے اِس خطبے سے مسلمانوں کے اندر یہ بصیرت پیدا کردی کہ محض نفسانی جذبے کی بناء پر بڑی سے بڑی قربانی بھی نہ صرف یہ کہ بے وزن ہوجائے گی بلکہ دنیا و آخرت کی رسوائی کا سبب بنے گی۔ حضور اکرم ﷺ نے جہاد فی سبیل اللہ کو مسلمانوں کا سب سے بڑا اشرف بتایا اور اسے سب سے بڑی عبادت قرار دیا۔ یہ خطبہ مجاہدینِ بدر کا مورال بلند کرنے، اُن کی جرأت وشجاعت، دین پر استقامت اور اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کردینے کا سبب بنا۔

رسولِ کریم ﷺ کی دفاعی اور جنگی حکمتِ عملی:

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ’’مواخات‘‘ کے ذریعے مہاجرین کی آباد کاری، انصارِ مدینہ اور مہاجرین میں وسیع تر اخوت و یگانگت اور معاشی و معاشرتی استحکام کے بعد ’’میثاقِ مدینہ‘‘ کے ذریعے مدینۃ النبیؐ میں امن کے قیام، ریاست کے استحکام، داخلہ امور اور دفاع پر خصوصی توجہ دی۔ چناں چہ، آغاز ہی میں مدینے کے شمال، پھر جنوب اور پھر مشرقی علاقے میں آباد قبائل سے فوجی اور دفاعی معاہدے کیے، اُنہیں اپنا حلیف بنانے میں کام یابی حاصل کی۔

معروف سیرت نگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول: ’’غالباً رسولِ اکرم ﷺ نے ان حلیف قبائل کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہوگی کہ تم تنہا ہو۔ تمہارے دشمن موجود ہیں، اگر وہ تم پر حملہ آور ہوں گے، تو کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا، ان حالات میں کیا یہ مناسب نہیں کہ تم اور ہم باہم حلیف بن جائیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی تم پر حملہ آور ہوگا، تو ہم تمہاری مدد کو دوڑے آئیں گے اور اگر ہم پر کوئی حملہ کرے اور ہم تمہیں بُلائیں، تو تم بھی ہماری مدد کو آنا۔ (محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/عہدِ نبویؐ کے میدانِ جنگ، راولپنڈی، علمی مرکز، 1988ء، ص25)

اِس قسم کے معاہدوں میں یہ صراحت تھی کہ یہ صرف فوجی معاہدہ ہے۔ (ایضاً ص25)

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: ’’اِس قسم کے

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

پانچ، سات معاہدے تاریخ میں اب تک محفوظ ہیں۔

اُن پر غور کیجیے، تو نظر آئے گا کہ ریاستِ مدینہ کو محفوظ کرنے کی تدبیر اِس انداز سے کی جارہی ہے کہ مدینے کے اطراف کے علاقوں کو حلیف بنا لیا جائے، تاکہ اگر دشمن (بالخصوص کفّارِ قریش) مدینے پر حملہ کرنا چاہیں تو وہ براہِ راست مدینے تک نہ پہنچ سکیں، بلکہ مدینے تک پہنچنے سے پہلے ہی درمیان کے علاقوں میں اُنھیں رکاوٹوں سے واسطہ پڑے، اس صُورت میں ہمارے حلیف اور دوست وہاں موجود ہوں گے، وہ اطلاع دے دیں گے۔ گویا، ایک ''منڈل'' حلقہ (Cordon) قائم ہوگیا۔

چناں چہ آغاز ہی سے آپؐ نے دفاعی نقطۂ نظر سے مدینے کے اطراف حلیفوں کی بستیاں قائم کیں اور پھر اُن دوستوں کی مدد سے دفاعی جنگی نقطۂ نظر سے مدینے کی حفاظت عمل میں آئی۔'' (ایضاً، ص:26)

یہ ایک حقیقت ہے کہ مکّے میں کفّارِ قریش نے اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی عداوت و مخالفت میں تمام حربے استعمال کیے، جو کچھ اُن سے ممکن تھا، وہ کیا، اسلام اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کیے، صحابہؓ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، یہاں تک کہ قریشِ مکّہ کے مظالم سے تنگ آکر رسول اکرم ﷺ اور صحابۂ کرامؓ اپنا سب کچھ مکّے میں چھوڑ کر مدینۂ منورہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ صحابۂ کرامؓ مدینہ آئے تو کفّارِ مکّہ نے اُن کی جائیدادوں پر قبضہ کرلیا۔ ان حالات میں مسلمانوں کو قانونِ فطرت کے تحت یہ حق حاصل تھا کہ وہ اُن سے جانی و مالی دونوں طرح سے انتقام لیں۔

میدانِ بدر کا ایک منظر، آنے والوں کے لیے ہدایات بھی درج ہیں:

آغاز میں مسلمانوں کے پاس اِتنی فوجی قوت اور وسائلِ حرب نہیں تھے کہ وہ دشمن کو جانی نقصان پہنچائیں، لیکن مسلمانوں نے اُن پر معاشی دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ دوسری جانب، قریشِ مکّہ اپنی گزر اوقات کے لیے تجارت کے سوا کوئی اور وسیلہ نہیں رکھتے تھے۔

چناں چہ جنگِ بدر سے قبل تقریباً سات مرتبہ مسلمان فوجیں، یہ اطلاع ملنے پر کہ قریش کا تجارتی قافلہ گزر رہا ہے، اسے روکنے کے لیے گئیں، لیکن وہ اُن کے ہاتھ نہ آیا، بلکہ کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔ تاہم کوششیں جاری رہیں، معلومات کے حصول کے وسائل کو ترقّی دی جانے لگی۔ حلیفوں کی تعداد بڑھانے پر توجہ دی گئی۔ غرض، دفاعی اور جنگی نقطۂ نظر سے جو تدابیر ممکن تھیں، اختیار کی جاتی رہیں۔

جب قریش نے دیکھ لیا کہ مسلمان اُنھیں آسانی سے گزرنے نہیں دیں گے، تو اُنہوں نے زبردستی گزرنے کی ٹھان لی۔ جنگِ بدر سے عین قبل کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ قریشِ مکّہ شمال کی طرف گئے ہیں، تو آپؐ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ دشمن کا کارواں اس راستے سے واپس آئے گا، کسی اور راستے سے وہ واپس نہیں نکل سکتا۔

لہٰذا دو جاسوس مقرّر کیے گئے کہ وہ ملکِ شام جا کر اس تجارتی کارواں کے قریب رہیں۔ جیسے ہی یہ کارواں انتظام کرکے واپسی کا قصد کرے، تیزی سے اطلاع دی جائے کہ دشمن اب آنے والے ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ جب یہ دونوں جاسوس تیزی سے مدینہ واپس آئے، تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کارواں کی آمد کی اطلاع دیگر وسائل سے ہوچکی ہے اور آپؐ مدینے سے روانہ بھی ہوچکے ہیں۔ اِس سے یہ استنباط کرنا پڑتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مختلف وسائل اختیار فرماتے تھے تاکہ دشمن کی خبریں مسلمانوں تک پہنچتی رہیں اور اس کا بھی انتظام کیا جاتا کہ مسلمانوں کی خبریں دشمن تک نہ پہنچنے پائیں۔

(جاری ہے)

ABS   ESTD 1880   سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

اعتکاف کی فضیلت

حضرت مولانا مفتی عبدالمجید ندیم، برمنگھم

عربی زبان میں اعتکاف کا مطلب رکنا اور تھم جانا ہے اور اصطلاحِ شرعی میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کسی مرد یا عورت کا اپنے معتکف میں قیام پذیر ہوجانا اعتکاف کہلاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک کر ادب و احترام سے بیٹھ رہنے کا نام اعتکاف ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 216 میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ: ''اور ہم نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے عہد و پیمان لیا کہ وہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک صاف کردیں۔''

آیتِ مبارکہ کے مندرجات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ گھر بیت اللہ شریف کے طواف اور رکوع وسجود کے ساتھ ساتھ ''اعتکاف'' کو بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اولالعزم پیغمبروں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو حکم دیا کہ وہ معتکفین کے لئے انتظام وانصرام کریں۔ اس سے اعتکاف کے قدیم ہونے اور انسانی شخصیت کی تعمیر میں روحانی اثرات مرتب کرنے کا پتہ چلتا ہے۔

سورۃ البقرہ ہی کی آیت نمبر 187 میں احکامات کا تذکرہ کرتے ہوئے: ''و انتم عاکفون في المساجد'' کے الفاظ آئے ہیں جو اعتکاف کی مشروعیت کے ساتھ ساتھ اس کے احکامات کا پتہ بھی دے رہے ہیں۔ اعتکاف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال اعتکاف کا اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وفات تک یہ معمول رہا کہ آپ ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی ازواجِ مطہرات بھی آپؐ کی سنت کی پیروی میں اعتکاف فرماتی تھیں۔

(بخاری، کتاب الاعتکاف)

اعتکاف کرنے والا اتنا پاکیزہ وبرگزیدہ ہوجاتا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا تو اسے دو حج اور دو عمرے ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔''

(بیہقی فی شعب الایمان)

حقیقت یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والے کی مثال احرام باندھنے والے کی ہے جو اللہ کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے کے لئے دنیا کے تمام علائق اور ضرورتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح اعتکاف کرنے والا رمضان کے آخری عشرے میں تمام تعلقات کو خیر باد کہہ کر مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ کر اللہ کے در کا فقیر بن جاتا ہے۔ اس کی یہ درویشی اور فقیری اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند آتی ہے۔ اس کی یہ عاجزانہ شان دیکھ کر اللہ تعالیٰ اس پر بہت زیادہ مہربان ہوجاتے ہیں اور اسے جہنم کی آگ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھٹکارا عطا کرنے کے ساتھ ساتھ جنت کا مستحق بنادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اعتکاف کرنے والوں کے لئے اس قدر جوش میں ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دن کا بھی اعتکاف کرے تو اس کے لئے اعلان کیا جاتا ہے:

''جو شخص رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان ایسی تین خندقیں بنادے گا جن کے درمیان آسمان وزمین کے فاصلے سے بھی زیادہ فاصلہ ہوگا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ان دوخندقوں کے درمیان مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ فاصلہ ہوگا۔'' (درِمنثور)

اس روایت میں دو باتیں قابلِ غور ہیں

ایک تو یہ کہ اعتکاف کی ساری عظمت کا تعلق انسان کی نیت کے خلوص کے ساتھ ہے۔ اگر یہ نیت اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی ہوگی تو اس کا اجر و ثواب جہنم کی آگ سے آزادی کی صورت میں آئے گا۔ ظاہر ہے کہ ایک صاحبِ ایمان کے لئے اس سے بڑی کامیابی کیا ہوسکتی ہے کہ اسے جہنم کی آگ سے بچا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

''پس جو شخص جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کرلیا گیا تو وہ حقیقت میں کامیاب ہوگیا۔''

(آلِ عمران:185)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دن کے اعتکاف کی برکات اتنی زیادہ ہیں تو پورے عشرے کے اعتکاف پر اللہ تعالیٰ کی داد و دہش کتنی زیادہ ہوں گی۔

معتکف پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جہاں وہ اعتکاف کے دوران کی جانے والی نیکیوں کا اجر و ثواب سمیٹتا ہے وہیں پر اسے ان تمام نیک اعمال کا ثواب بھی ملے گا جو اعتکاف سے باہر ہونے کی صورت میں سرانجام دیئے جاسکتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر وہ ان دنوں میں کسی بیمار کی عیادت کا پروگرام رکھتا تھا یا اپنے والدین کی خدمت کا معمول تھا جسے وہ اعتکاف کی وجہ سے پورا نہیں کرسکا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمتِ کاملہ سے یہ اور اس طرح کے دوسرے نیک اعمال کا ثواب عطا فرمائے گا۔

حدیث کے الفاظ ہیں:

''اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے ان ساری نیکیوں کا ثواب بھی جاری کردیا جاتا ہے جو اس طرح کے وہ لوگ بجالاتے ہیں جو اعتکاف میں نہیں ہیں۔''

(ابنِ ماجہ، کتاب الاعتکاف)

اعتکاف کرنے والے کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کے لئے لیلۃ القدر کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو شخص اعتکاف کرتا ہے اس کے زیادہ تر لمحات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرتے ہیں۔ اس کے لئے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کا تلاش کرنا نسبتاً آسان ہوجاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس شخص کو اعتکاف کے ساتھ ساتھ لیلۃ القدر بھی نصیب ہوجائے اس کی قسمت کا کیا ہی کہنا! ایک طرف تو اسے اعتکاف کا ثواب مل رہا ہے اور دوسری طرف اسے ایک ایسی رات مل گئی ہے جس کی عبادت و ریاضت ہزار مہینے کی عبادت سے کہیں زیادہ افضل ہے اور صرف یہی نہیں اسے حضرت جبریلِ امینؑ اور ان کے ساتھ اترنے والے بے شمار فرشتوں کی جانب سے ان تمام برکات سے وافر حصہ بھی مل چکا ہے جو انہی خوش نصیبوں کو ملتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا برگزیدہ و چنیدہ ہونے کا شرف عطا فرماتے ہیں۔

ان تمام فضائل کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اعتکاف کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضا حاصل کرلے۔

ایک عشرے کے لئے اپنے خاندان، دوست و احباب اور کاروبار سے الگ تھلگ ہونے کا مقصد اس احساس کو تازہ کرنا ہے کہ ایک صاحبِ ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی معیت ہی سب سے بڑا اعزاز ہے۔ وہ وصالِ رب کی لذت سے آشنا ہونے کے لئے خلوت کے لمحات کو ترجیح دیتا ہے تاکہ وہ پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ اپنے خالق و مالک کے ساتھ وابستہ ہوجائے۔ یوں تو اس کی یہ وابستگی ظاہری طور پر نو یا دس دن ہوتی ہے لیکن اس کے نتیجے میں اس کا اپنے رب کے ساتھ اس قدر مضبوط رشتہ استوار ہوجاتا ہے کہ زمانے کی کوئی گردش اسے کمزور نہیں کرسکتی۔

اعتکاف کا ایک مقصد اس احساس کو بھی تازہ کرتا ہے کہ ایک بندہ اللہ تعالیٰ کا مہمان بن کر اس کے آستانے پر آگیا ہے، لہٰذا اس کی حیثیت ایک فقیر کی سی ہے اور وہ جن کا مہمان بن کر آیا ہے وہ اس کائنات کے سب سے زیادہ داد و دہش کرنے والے ہیں۔ اس کا یہ احساس اسے ان تمام خزانوں سے مالا مال کروا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ پھر یہ بات بھی سوفی صد سچ ہے کہ اگر ہم کسی دنیوی طور پر با اثر اور امیر شخص کے مہمان بنیں تو وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر اپنے مہمان کی عزت افزائی کرتا ہے تو تصور کیجیے کہ ربِ ذوالجلال جو سارے خزانوں کے مالک و مختار ہیں ان کی فیاضی کا کیا عالم ہوگا۔

یاد رکھیے اعتکاف اسی وقت ایک عظیم الشان عبادت بن سکتا ہے جب معتکفین اسے اُس کی روح کے مطابق سرانجام دیں۔

۞۞..........۞۞

سیرت ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مولانا محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

نام ونسب اور خطابات:

آپ کا نام عائشہ ہے۔ خطاب اُم المومنین ہے۔ القاب صدیقہ، حبیبۃ الرسول، موفقہ، طیبہ، محبوبہ محبوب رب العالمین اور حمیرا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بنت الصدیق سے بھی آپ کو یاد فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یا عائشُۃ کے نام سے بھی خطاب فرمایا ہے۔ آپ کا مبارک نسب نامہ یہ ہے۔

والد کی طرف سے نسب یوں ہے:

عائشہ بنت ابی بکر الصدیق بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔

والدہ کی طرف سے نسب یوں ہے:

عائشہ بنت اُمِ رومان زینب بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

والد کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مرہ بن کعب پر آٹھویں پشت پر ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ ﷺ کے نسب سے مالک بن کنانہ پر گیارہویں پشت پر ملتا ہے۔

والدین:

آپ کے والد ابوبکر صدیق ابن ابی قحافہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ آپ کی والدہ ام رومان زینب بنت عامر ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت بعثت نبوی کے پانچویں سال ماہ شوال مطابق ماہ جولائی 614ء کو مکہ مکرمہ میں کاشانۂ صدیق میں ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے جلوہ فگن ہوئیں اسی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا، مسلمان پایا۔

رسول اکرم ﷺ سے نکاح:

ایک دن رسالت مآب ﷺ گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ عالم خواب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سبز ریشمی پارچہ پر سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لائے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! یہ خاتون اس دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہے۔''

بیوی کا چہرہ دیکھنے کے بعد آپ ﷺ نے خواب میں ہی ارشاد فرمایا: ''اگر یہ خواب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے تو ضرور پورا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ایسی زوجہ ضرور عطا فرمائے گا۔''

اور یہ خواب مسلسل تین رات آتا رہا اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے بہت بڑی منقبت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو ان کے آنے سے پہلے ہی ان کے جمال پُرانوار کا محب ومشتاق بنا دیا۔

ایک روز رسول کریم ﷺ گھر میں تشریف فرما رہے تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ دوسرا نکاح کر لیں۔''

''کس سے؟'' حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: ''بیوہ اور کنواری دونوں طرح کے رشتے ہیں جسے پسند فرمائیں۔''

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: ''کون ہیں؟''

حضرت خولہ زوجہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

’’بیوہ تو حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کنواری آپ کے قریب ترین دوست اور عاشق زار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔‘‘ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’دونوں جگہ بات کرو۔‘‘

حضور اکرم ﷺ سے اذن پانے کے بعد حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سیدھی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے در دولت پر پہنچیں اور حضور کا پیغام دیا۔

دوسرے دن ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’خولہ! مجھے تمہارے توسط سے حضور اکرم ﷺ کا پیغام ملا ہے، میرا جو تعلق آپ ﷺ سے ہے اس کی روشنی میں کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی ہیں۔‘‘ ’’میں حضور اکرم ﷺ سے اس ضمن میں بات کروں گی پھر اطلاع دوں گی۔‘‘

حضرت خولہ بنت حکیم نے کہا اور اٹھنے لگیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’ایک اور بات ہے۔‘‘ ’’وہ کیا ہے؟‘‘ ’’میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں، وعدہ خلافی ہوگی تاوقتیکہ اس طرف سے کوئی جواب نہ ملے۔‘‘ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور سیدھی آنحضرت ﷺ کے کاشانۂ اقدس پر پہنچیں اور عرض کیا: ’’یارسول اللہ ﷺ! سودہ (رضی اللہ عنہا) نے آپ کو اختیار دے دیا ہے کہ جو چاہیں اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمائیں۔‘‘

پھر عرض کیا: ’’میں آپ کے دوست اور جاں نثار کے ہاں بھی گئی تھی۔‘‘ ’’کیا کہتا ہے؟‘‘ ’’حضور ﷺ! وہ کہتے ہیں کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) تعلق کے لحاظ سے آپ کی بھتیجی لگتی ہے، کیا یہ رشتہ جائز ہوگا؟‘‘ حضور ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: ’’ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میرا صرف دینی بھائی ہے، نکاح جائز ہے‘‘۔

ایک بات انہوں نے یہ بھی بتائی تھی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے انہوں نے جبیر بن مطعم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ ’’ٹھیک ہے۔‘‘ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اور پھر حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوگئی جنہوں نے اپنے آقا و مولا ﷺ کی بیٹیوں کی اپنی اولاد سے بڑھ کر دیکھ بھال کی۔

چند دنوں کے بعد جبیر بن مطعم نے خود ہی رشتہ کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا جب آئیں تو کہا: ’’جبیر نے عائشہؓ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے اب آپ جا کر آنحضرت ﷺ سے کہہ دیں کہ جب چاہیں، عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کر لیں۔‘‘

چونکہ یہ نکاح مشیت الٰہی میں مقدر ہو چکا تھا اس لیے سیدنا ابوبکر بھی رضا مند ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں ہجرت سے 3 سال پہلے چھ شوال کو ہوا جبکہ رخصتی تین سال کے بعد شوال ہی کے مہینے میں ہجرت کے بعد ہوئی۔ اس بے مثال و بے نظیر نکاح پاک کا مہر 500 درہم تھا۔

ازدواجی زندگی:

رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔ تمام امور میں پیدائش سے موت تک نبی کریم ﷺ کی ذات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ گھریلو زندگی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک معمولی سا حجرہ تھا۔ بلندی اتنی تھی کہ ایک آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت کو لگ جاتا تھا۔ چھت کھجوروں کی ٹہنیوں کی تھی۔ ایک چارپائی، چٹائی، بستر، کھجور کی چھال سے بھرا تکیہ اور چند برتن ہی کل مال ومتاع تھا۔ کاشانہ مصطفی تو مرکز انوار وتجلیات تھا لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتیں اور ہمارے گھر کا چراغ نہیں جلتا تھا۔ کھانا پکانے کی نوبت بھی کم ہی آتی تھی۔ کبھی تین دن ایسے نہیں گزرے کہ خانہ نبوت نے پیٹ بھر کر کھایا ہو۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ رفاقت کا دورانیہ نو برس رہا۔ اس تمام عرصہ آپس میں محبت وشفقت اور ہمدردی میں گزرے۔ گھر میں خادمہ کے ہوتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کے کام اپنے ہاتھ سے انجام دینے کو باعث فخر و عزت گردانتی تھیں۔ کبھی کبھار نوک جھوک ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ ناراض ہو جاتے تو اس وقت تک چین سے نا بیٹھتی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کو راضی نہ کر لیتیں۔

فضائل وکمالات:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ رسول اقدس ﷺ سے پوچھا: یا

رسول اللہ! آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ۔ عرض کی، مردوں میں کون ہے؟ فرمایا: اس کا باپ۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ ام المؤمنین کو سمجھاتے ہوئے کہا: بیٹی عائشہ کی ریس نہ کیا کرو، رسول اللہ ﷺ کے دل میں اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مردوں میں بہت کامل گزرے لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوا اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔“ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ پوری امت کی عورتوں سے زیادہ عالمہ، فاضلہ، فقیہہ تھیں۔ عروہ بن زبیر کا قول ہے: میں نے حرام وحلال، علم وشاعری اور طب میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں فخر نہیں کرتی بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کہتی ہوں کہ دنیا میں ۹ چیزیں ایسی ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہیں میرے سوا کسی کو نہیں ملیں:

(1) خواب میں فرشتے نے حضور ﷺ کے سامنے میری صورت پیش کی۔ (2) جب میں سات برس کی تھی تو آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا۔ (3) جب میرا سن ۹ برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی۔ (4) میرے سوا کوئی کنواری بیوی آپ ﷺ کی خدمت میں نہ تھی۔ (5) آپ ﷺ جب میرے بستر پر ہوتے تب بھی وحی آتی تھی۔ (6) میں آپ ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھی۔ (7) میری شان میں قرآن کی آیتیں اتریں۔ (8) میں نے جبریل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (9) آپ ﷺ نے میری گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ حضور اکرم ﷺ کی محبوب ترین رفیقہ حیات تھیں۔ وہ حسین و جمیل ہی نہیں بلکہ نہایت ذہین، عقل مند، معاملہ فہم، دوررس نگاہ کی حامل تھیں۔ تفسیر، علم حدیث فقہ و قیاس، عقائد اور خواتین کے بارے میں خصوصی علوم کی حامل تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار اور وفا شعار خاتون تھیں سخت گرمی میں بھی روزے رکھا کرتی تھیں۔ خادمہ کی موجودگی میں بھی آٹا خود پیستیں، حضور اکرم ﷺ کو روٹی پکا کر دیتیں، آپ ﷺ کا بستر بچھاتیں، کپڑے دھوتیں، وقت نماز وضو کے لئے پانی اور مسواک مہیا کرتی تھیں۔ بیوی کا سب سے بڑا جوہر شوہر کی فرمانبرداری ہوتا ہے جو آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ نو برس تک خلوت گزیں رہیں۔

حضرت عائشہؓ اور خدمت حدیث:

احادیث مصطفیٰ خواتین میں سب سے زیادہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، حضرت عائشہ مکثرین الروایۃ صحابیات میں سے ہیں، آپ کی مرویات کی تعداد 2210 بیان کی گئی ہے جن میں 286 حدیثیں بخاری ومسلم میں موجود ہیں

فتنہ گوہر شاہی کا تعاقب جاری رہے گا: منظور احمد میو ایڈووکیٹ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر جناب منظور احمد میو ایڈووکیٹ، مولانا محمد عادل غنی، ایڈووکیٹ عبدالرحیم اور مولانا محمد کلیم اللہ نعمان پر مشتمل ایک وفد نے کلری تھانہ لیاری میں ڈی ایس پی سمیت دیگر ذمہ داران سے ملاقات کی، فتنہ گوہر شاہی سے متعلق تمام قانونی آرڈرز اور عدالتی فیصلوں کی مکمل فائل پیش کی۔ جناب منظور احمد میو ایڈووکیٹ نے بتایا کہ اس جماعت کے بانی پر عدالت نے سزا جاری کی جو کہ آج تک بحال ہے اس پر پابندی آئینی اور قانونی طور پر موجود ہے، اس کے پیروکار بھی قانونی مجرم وملزم کہلائیں گے۔ اس وقت آگرہ تاج کالونی نیوی فلیٹس کے ساتھ باقاعدہ چوک بنا کر اس فتنے کا جھنڈا لہرایا گیا ہے، اسے فی الفور ہٹایا جائے۔ اس سے مسلمانوں میں اشتعال پایا جاتا ہے۔ تھانہ کلری میں قانونی نکات کے ساتھ تحریری درخواست بھی پیش کی گئی۔ تمام افسران نے اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ قانونی اور ملکی سلامتی کے لئے ہر طرح سے معاونت کے لئے ملکی ادارے آپ کے ساتھ کھڑے ہیں ہم کسی غیر قانونی اور کالعدم جماعت کے جھنڈے و اسٹیکرز نمایاں کرنے کی کسی صورت اجازت نہیں دیں گے۔ اس موقع پر بریفنگ دیتے ہوئے جناب منظور احمد میو ایڈووکیٹ نے کہا کہ فتنہ گوہر شاہی کا تعاقب ہر صورت جاری رہے گا۔ ہم قانون کے پابند ہیں، قوانین موجود ہیں، اس پر عمل کروانا ہمارا کام ہے۔ وفد میں مولانا محمد نعیم اللہ، مولانا ابرار زمان، مولانا فہد ہنگورہ، بھائی فہیم اور بھائی ناصر سمیت دیگر ذمہ داران بھی موجود تھے۔

مرویات کی کثرت کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ میں ان کا چھٹا نمبر ہے، مرویات کی کثرت کے ساتھ احادیث سے استدلال اور استنباط مسائل، ان کے علل واسباب کی تلاش وتحقیق میں بھی ان کو خاص امتیاز حاصل تھا اور ان کی اس صفت میں بہت کم صحابہ کرامؓ ان کے شریک تھے کتب حدیث میں کثرت سے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ امام زہریؒ جو کبار تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں:

’’کانت عائشة اعلم الناس یسالها الاکابر من اصحاب رسول اللہ ﷺ‘‘

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والی تھیں اجلہ صحابہ کرام ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

دوسری جگہ یوں رقم طراز ہیں: ’’اگر تمام ازواج مطہرات کا علم بلکہ تمام مسلمان عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم سب سے اعلیٰ و افضل ہوگا۔‘‘ (الاستیعاب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کے معاملے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے آگے تھیں۔ ان کے ذہن میں جو بھی اشکال پیدا ہوتا وہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کا اظہار کرتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وضاحت فرما دیتے۔

آپ کی روایات سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے ان گوشوں اور پہلوؤں کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کی گھریلو زندگی میں تقسیم کار کیا تھا، ازواج مطہرات سے آپ کا سلوک کیسا تھا، آپ کی راتیں کیسے بسر ہوتی تھیں، آپ کتنا سوتے اور کتنا جاگتے تھے، اور کس قدر عبادت و ریاضت میں شب بسر کرتے، کیسے ہم کلام ہوتے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت عائشہؓ کی فقہی بصیرت:

شریعت کے اکثر مسائل جن میں بیشتر خواتین سے متعلق ہیں وہ آپ اور دیگر ازواج مطہرات کے ذریعے امت کو معلوم ہوئے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فقہی امور پر کامل دسترس حاصل تھی اور علم کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کے بارے میں آپ کو کمال درجے کی معلومات نہ ہوں۔ آپ قرآن مجید کی حافظہ تھیں، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ اپنے اختلافی مسائل آپ کے سامنے پیش کرتے آپ اپنی اجتہادی بصیرت اور وسعت علمی سے انہیں حل فرما دیتیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مَن حوسِبَ عُذِّبَ‘‘ (روزِ قیامت جس کا

مولانا مقصود گلؒ کرک، خیبر پختونخواہ

مولانا مقصود گل کرک خیبر پختونخواہ کے نامور عالم دین تھے۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فضلاء میں سے تھے۔ جامعہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ، شیخ الحدیث مولانا مفتی فرید احمد نقشبندیؒ سمیت جامعہ کے اساتذۂ حدیث سے علوم نبوت کی تحصیل کی۔ سٹرہ خرم کرک میں ’’دارارقم‘‘ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ علاقہ کے اہم مسائل سے متعلق جو جرگے بنتے ان جرگوں کے رکن رکین تھے۔ خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار سینکڑوں جرگوں میں فیصلے کر کے مسلمانوں کو قتل و غارت سے بچایا۔ پختون عوام میں جو دین دار حضرات ہیں وہ قتل جیسے جُرم قبیح کے فیصلے بھی اپنے علماء کرام سے کراتے ہیں، یہی پختونوں کا جرگہ سسٹم ہے، اپنے جامعہ میں چھوٹی بڑی تمام کتابیں پڑھائیں۔ آج سے دس پندرہ سال قبل پہلی مرتبہ راقم جب ان کے ادارہ میں چناب نگر کورس کی دعوت کے لئے حاضر ہوا شفقت ومحبت سے پیش آئے۔ پشتونوں کی روایات کے مطابق مہمان نوازی کی۔ اتفاق سے راقم کی موچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ پشتو زبان میں کسی طالب علم سے قینچی منگوائی اور فرمایا کہ سیدھے ہو جائیں۔ راقم نے کہا: جی خیر ہے؟ فرمانے لگے آپ کی موچھیں صحیح کرتا ہوں۔ اتفاق سے میرے ساتھ دو طالب علم کرک سے ساتھ گئے۔ ان میں سے ایک طالب علم اُچ شریف کے علاقہ سے تھا، حجام کا کام کرتا تھا کہ تبلیغی جماعت کے قابو آ گیا۔ راقم نے کہا کہ حضرت یہ طالب علم حجام ہے، بڑی مشکل سے اسے قینچی پکڑوائی۔ دوسری مرتبہ سردیوں کے موسم میں جانا ہوا۔ راقم نے سر پر کالی پگڑی لی ہوئی تھی، کسی طالب علم کے ذریعہ پٹھانوں والی پگڑی (منندی) منگوا کر وہ بندھوائی اور بندھاتے ہوئے بہت خوش ہوئے۔ راقم نے اپنے والی پگڑی پیش کی تو انکار کر دیا، ختم نبوت جماعت کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے، جب بھی ختم نبوت کورس چناب نگر کے لئے جانا ہوا۔ بہت خوش ہوتے تمام طلبا کو مسجد میں بلوایا اور اپنی نگرانی میں بیان کرایا۔ میری ترغیب کی تائید کی، سفر عمرہ پر تشریف لے گئے، طواف کے دوران اٹیک ہوا، ۱۹ر جنوری ۲۰۲۶ء عشا کی نماز کے بعد حرم شریف میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور مکہ مکرمہ میں محو استراحت ہیں۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حساب لیا گیا وہ گرفتارِ عذاب ہوگا)۔

اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! قرآن میں تو کہا گیا ہے: ''فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَسِيْراً'' (اس سے آسان حساب لیا جائے گا)۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس سے مراد اعمال کی پیشی ہے۔ جس کے اعمال میں جرح شروع ہوگئی وہ تو ہلاک ہوگیا۔'' (بخاری، کتاب العلم، ۱۰۳)

حضرت عائشہؓ کے شاگردِ خاص اور بھانجے حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں: ''میں حضرت عائشہ کی صحبت میں رہا۔ میں نے ان سے زیادہ آیات کی شانِ نزول، فرائض، سنت، شعر و ادب، عرب کی تاریخ اور قبائل کے انساب وغیرہ اور مقدمات کے فیصلوں، حتیٰ کہ طب کا جاننے والا کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

عطا بن ابی رباحؒ کہتے ہیں: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں میں سب سے بڑی فقیہ، سب سے زیادہ علم رکھنے والی اور عوام میں سب سے اچھی اصابت رائے رکھنے والی تھیں۔''

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی امت میں، بلکہ مطلقاً سب ہی عورتوں میں ان سے زیادہ علم والی کسی عورت سے میں واقف نہیں ہوں۔''

حضرت عائشہؓ فتویٰ اور درس دیا کرتی تھیں، یہی نہیں بلکہ آپ نے صحابہ کرام کی لغزشوں کی بھی نشاندہی فرمائی۔

دیگر علوم وفنون:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہ صرف قرآن و حدیث پر مہارت رکھتی تھیں بلکہ تاریخ ادب، خطابت اور شاعری میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ علم طب میں بھی انہیں اچھی خاصی واقفیت حاصل تھی۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ میں نے قرآن، فرائض، فقہ، شاعری، عرب کی تاریخ اور علم الانساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ عالم اور واقف کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اسی قسم کا فرمان زرقانیؒ نے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک شخص نے پوچھا: آپ شاعری کرتی ہیں اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ اسی طرح عرب کی تاریخ اور علم الانساب میں حضرت صدیق اکبرؓ خاصی مہارت رکھتے تھے۔ ان علوم کی آشنائی حضرت عائشہ کی وراثت ہے مگر آپ کو علم طب سے کیسے واقفیت ہوئی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود فرماتی ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ آخری عمر میں جب بیمار ہوتے تھے تو عرب کے طبیب آکر جو آپ ﷺ کو بتاتے وہ یاد کرلیتی تھی۔

وصال پُرملال:

اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمضان المبارک ۵۸ ہجری میں بیمار ہوگئیں۔ چند روز علیل رہیں۔ مرض الموت میں وصیّت فرمائی کہ مجھے دیگر ازواجِ مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں رات کے وقت دفن کیا جائے، صبح کا اِنتظار نہ کیا جائے۔

17 رمضان المبارک کو منگل کی رات 63 سال کی عمر میں رات کو نماز وتر کے بعد اِس دارِفانی سے پردہ فرمایا۔ اِن کے اِنتقال سے تمام عالم اسلام صدمے میں مبتلا ہوگیا۔ نمازِ جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی جو اُس وقت مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم تھے اور حسبِ وصیت رات کے وقت جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ محمد ابی بکر کے بیٹے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر میں اُتارا۔

....

اظہارِ تعزیت

مولانا غلام حسین کلیانوی بریلوی مکتب فکر کے معروف ادارہ جامعہ نعیمیہ لاہور کے فاضل تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں میں بریلوی مکتب فکر کی نمائندگی کرتے۔ قادیانیت سے متعلق معلومات کا وسیع ذخیرہ ان کے دل و دماغ میں موجود تھا۔ قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور ان کے تعاقب میں مصروف رہتے۔ مجلس کے پروگراموں میں شریک ہوتے اور مبلغین ختم نبوت کو اپنے پروگراموں میں شریک کرتے۔ راقم بھی کئی مرتبہ ان کے پروگراموں میں شریک ہوا، سوشل میڈیا کے ذریعہ معلوم ہوا کہ موصوف ۲؍دسمبر ۲۰۲۵ء کو اس دنیا میں نہیں رہے۔ اللہ پاک ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ذخیرۂ آخرت فرمائیں۔ پسماندگان میں بیوہ، تین بیٹیاں اور ایک بیٹا سوگوار چھوڑے۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ کے

تحفظ ختم نبوت پروگرامز

حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دس روزہ دورۂ پنجاب پر تشریف لائے۔ اس بابرکت دورے کے دوران آپ کے مختلف اضلاع میں تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے منعقدہ کانفرنسوں، کنونشنز، علمی نشستوں اور تربیتی پروگراموں سے خطاب ہوئے۔

اس سلسلے میں 4؍فروری 2026ء بروز بدھ بعد نمازِ عشاء بھکر کی تحصیل منکیرہ، چک نمبر 69ایم ایل میں خادمِ خانقاہ سراجیہ الحاج حکیم سلطان محمود مدظلہ کے گاؤں میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ اس کانفرنس کی صدارت حضرت مولانا عزیز احمد صاحب نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمائی، جبکہ نگرانی مولانا محمد ساجد مبلغ ختم نبوت نے کی۔ بعدازاں پروآ، ڈیرہ اسماعیل خان میں بعد نمازِ ظہر مقتدر علماء کرام کے ساتھ ایک خصوصی ہوئی۔

5؍فروری بروز جمعرات بعد نمازِ عشاء جناح پارک، قائدآباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام منعقدہ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب فرمایا، جس کی صدارت حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی۔

6؍فروری بروز جمعہ جامع مسجد مکی، ہمت پورہ خوشاب میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ بعد از نمازِ جمعہ فورسز اسکول اینڈ کالج سسٹم، ختم نبوت کیمپس، جوہرآباد میں تحفظ ختم نبوت ٹیچر کنونشن سے خطاب کیا۔ اسی روز بعد نمازِ عشاء چک نمبر 3/56ایم بی میں تحفظ مدارس دینیہ و دستارِ فضیلت کانفرنس میں بیان کیا۔

7؍فروری بروز ہفتہ دوپہر 12 بجے جامعۃ الصالحات سیٹلائٹ ٹاؤن، جوہرآباد میں ختم نبوت خواتین کنونشن سے خطاب کیا۔

اسی روز بعد نمازِ عشاء جامعہ قاسمیہ، مدینہ کالونی پتوکی میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا۔

8؍فروری پچھند میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا۔ 9اور10؍فروری کو 33ویں سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر کے طلبا کو اسباق پڑھائے، نیز سرگودھا میں بھی مختلف دینی پروگراموں میں شرکت کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا مدظلہ رحیم یار خان تشریف لے گئے۔

12؍فروری بروز جمعرات بارہ بجے سے لے کر ظہر تک صادق آباد بار میں وکلاء ختم نبوت کنونشن کا انعقاد کیا گیا جس کی میزبانی چوہدری علی احمد ایڈووکیٹ صدر بار ایسوسی ایشن صادق آباد اور ذیشان تنویر دھکڑ ایڈووکیٹ جنرل سیکریٹری بارایسوسی ایشن نے کی۔ مہمانان گرامی حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد راشد مدنی مدظلہ کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ مرکزی راہنماؤں نے عقیدہ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری کے متعلق تفصیلی خطاب فرمایا جس میں کثیر تعداد میں وکلاء نے شرکت کی اور یہ عزم کیا کہ ان شاءاللہ آخری دم تک حضور ﷺ کی ختم نبوت کی چوکیداری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے کرتے رہیں گے۔ آخر میں دعائیہ کلمات امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صادق آباد حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب مدظلہ نے فرمائے۔

اسی روز پنجاب کالج صادق آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام ’’استقبال رمضان اور تحفظ ختم نبوت‘‘ کے موضوع پر پروگرام ترتیب دیا گیا جس میں حضرت مولانا محمد مشتاق دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا مفتی محمد راشد مدنی صاحب، حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب، مولانا مفتی شاکراللہ خیسوری کراچی سے، ضلعی مبلغ مولانا مفتی محمد سلطان، مجاہد ختم نبوت بھائی عمیر مشتاق، پرنسپل الفیصل اکیڈمی محمد امجد فیض، پرنسپل نیشنل ہائی اسکولز چوہدری مطلوب حسین طالب ڈائریکٹر شاہین سیکنڈری اسکول اور محمد انجم اقبال پرنسپل گڈز گرامر ہائی اسکول نے خصوصی شرکت کی۔

بعد نماز ظہر تا عصر جامعہ رحیمیہ ترتیل القرآن مرکزی عیدگاہ میں تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن رکھا گیا، جس میں حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالہ سے فکر انگیز خطاب کیا اور اس کے علاوہ حضرت مفتی محمد راشد مدنی مدظلہ، علامہ

عبدالرؤف ربانی صاحب، مولانا مفتی قاضی شفیق الرحمٰن جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا خلیل اللہ صاحب، حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب کے بیانات ہوئے۔ ضلع بھر کے علماء کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی، خصوصاً وہ چکوک جن میں قادیانی جراثیم ہیں، پورے ضلع سے ان تمام چکوک کے ائمہ کرام نے بھرپور شرکت کی اور یہ عزم کر کے گئے کہ انشاء اللہ جب تک جان میں جان باقی ہے قادیانیت کا تعاقب کیا جائے گا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوت پر پہرا دیتے رہیں گے۔ مقامی علماء کرام میں مولانا حفیظ اللہ شیرازی، قاری عنایت اللہ طاہر، مولانا منیر احمد نقشبندی، مولانا محمد احمد، مولانا غلام مرتضیٰ، مفتی محمد ہاشم نے شرکت کی۔ آخر میں دعا پیر طریقت حضرت اقدس الشیخ عبداللہ احمد صاحب نے فرمائی۔

بعد نماز مغرب جامع مسجد علی المرتضیٰ چوک پٹھانستان میں مولانا قاضی احسان احمد صاحب مدظلہ کا عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے بائیکاٹ پر مختصر و مدلل بیان ہوا جس کی میزبانی مسجد ہذا کے امام و خطیب مولانا عبدالباسط صاحب نے کی۔

12رفروری کو چک N/P72 رحیم یار خان شہر کی مرکزی روڈ کا سرکاری طور پر ''شارع ختم نبوت'' منظور کروایا گیا، جس کا افتتاح مولانا قاضی احسان احمد صاحب اور مفتی محمد راشد مدنی صاحب نے کیا۔ جہاں پر کثیر تعداد میں عشاقانِ ختم نبوت نے شرکت کی اور تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں روڈ پر خوبصورت بورڈ آویزاں کر کے افتتاح کیا گیا۔

13رفروری بروز جمعہ کو مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے مرکزی جامع مسجد پرانی غلہ منڈی میں ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ ہزاروں کا مجمع تھا مسجد کا ہال، صحن، بالائی منزل مجاہدین ختم نبوت سے اٹا ہوا تھا اور حضرت کی آواز سے مسجد گونج رہی تھی اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔ پورے مجمع نے آخر میں یہ وعدہ کیا کہ انشاء اللہ زندگی کی آخری سانس تک اپنی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ جڑ کر عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کریں گے اور قادیانیت کا تعاقب جاری رکھیں گے۔ مفتی شاکر اللہ خیسوری صاحب نے جامع مسجد المعروف ہدایت اللہ والی میں سینکڑوں افراد سے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر گفتگو فرمائی۔

بعد نماز جمعہ جمال دین والی حسینیہ مدرسہ میں ختم نبوت وعظمت قرآن کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں کچا کے دور دراز علاقوں سے سینکڑوں افراد نے شرکت کی جس کی میزبانی مہتمم ادارہ ہذا نے کی۔ مولانا قاضی احسان احمد صاحب، مولانا مفتی محمد راشد مدنی صاحب، مفتی محمد سلطان مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع رحیم یار خان، مولانا فاروق حیدری صاحب، مولانا کلیم اللہ صاحب شمس العلوم کے بیانات ہوئے۔

(مولانا محمد ساجد، مبلغ خوشاب)

مولانا عبدالرحمٰن ظفرؒ کی وفات

مولانا عبدالرحمٰن ظفرؒ ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے لاڈلے شاگردوں میں سے تھے۔ اکثر کتب بالخصوص صرف امام الصرف حضرت مولانا منظور الحقؒ سابق مہتمم دارالعلوم کبیر والا سے پڑھی۔ جب موصوف اپنے آبائی علاقہ نڑہال کبیر والا میں ہوتے تھے، دارالعلوم کے مہتمم بننے سے پہلے پڑھی۔ جب حضرت موصوف دارالعلوم کبیر والا کے بانی حضرت مولانا عبدالخالقؒ کی وفات کے بعد دارالعلوم کے مہتمم بنے تو ان کے ساتھ دارالعلوم میں آگئے اور سادسہ تک کتب دارالعلوم میں پڑھیں۔ مشکوٰۃ شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتیؒ اٹک سے پڑھی۔ جبکہ دورۂ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ کے چہیتے شاگردوں میں سے تھے۔ اصلاحی تعلق خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نور اللہ مرقدہ سے تھا۔ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد جامعہ عثمانیہ شورکوٹ، جامعہ خالد ابن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی، ہمارے جامعہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں بھی دو تین سال ۱۹۸۲ء سے استاذ رہے۔ ان دنوں ان سے ملاقات ہوتی رہتی تھی، بہت ہی زیرک اور قابل استاذ تھے۔ تخصص فی الفقہ دارالعلوم کراچی سے کیا۔ ۱۶رجنوری کو انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ پاک آپ کی دینی وتعلیمی خدمات کو قبول فرمائیں اور سینکڑوں شاگردوں کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

قادیانی کمپنی کو ہزیمت کا سامنا

رپورٹ:... مولانا محمد کلیم اللہ نعمان

۶ تا ۸ فروری کراچی ایکسپو سینٹر میں تین روزہ ’’مائی فوڈ‘‘ نمائش کا اعلان ہوا، جس میں بدقسمتی سے (منکرین ختم نبوت) قادیانیوں کی کمپنی شیزان کو بھی ایک کاؤنٹر کی اجازت مل گئی۔ جس کی وجہ سے مسلمانانِ کراچی میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ اور ناظم دفتر کراچی جناب محمد انور صاحب نے اس جانب توجہ دلوائی اور انتظامیہ سے اس سلسلے میں ملاقات کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم نے حافظ محمد شیخ حماد رسول سے ملاقات کر کے ان کو ساری نوعیت بتلائی۔ چیمبر آف کامرس کے ذمہ داران سے براہِ راست کال پر بات چلتی رہی، کئی احباب خود سے رابطے میں آئے، ادھر تاجر برادری کے سربراہان سے رابطہ ہوا انہوں نے اور دیگر تاجر ایسوسی ایشن کے صدور نے بھی حوصلہ افزا گفتگو کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلع شرقی کے مولانا محمد رضوان قاسمی نے مولانا یوسف مدنی، مولانا عبدالقیوم نعمانی اور تاجر ایسوسی ایشن کے ذمہ داروں سے رابطے کئے۔ لیکن انتظامیہ کی جانب سے پس و پیش کی جاتی رہی اور وہ معاملے کو ٹالنے کی کوشش میں لگے رہے تو ہمارے ایک دوست نے اعلان کیا کہ اگر اس معاملے کی حساسیت کو دیکھتے ہوئے انتظامیہ ایکسپو سینٹر نے عملی اقدام نہ کیا تو ہم تمام تاجر برادری اور تمام صدور اس ایکسپو سینٹر کے دورہ کرنے سے بائیکاٹ کا اعلان کریں گے۔

جناب محمد انور صاحب ناسازیٔ طبع کے باوجود تشریف لائے۔ بھائی حماد، طالب علم عبدالقیوم عزیز لغاری، گلشن اقبال ٹاؤن کے نگران مفتی عبدالسمیع رحیمی، مولانا عبدالمغیث رحیمی اپنے چند کارکنان کو لے کر پہنچے۔ وہاں موجود ایک ذمہ دار سے جناب محمد انور صاحب نے بات شروع کی اور کہا کہ علمائے امت اور مفتیان کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ قادیانی کافر بلکہ زندیق ہیں، ۱۹۷۴ء میں اراکین قومی اسمبلی بھی ان کو کافر قرار دے چکے ہیں، مگر قادیانی اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ تجارت کرنا، خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے۔ کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے پر خرچ کرتے ہیں۔ گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہمارا موقف یہ ہے کہ قادیانی کمپنی شیزان کا اسٹال اس نمائش سے ہٹایا جائے تاکہ یہ مسلمانوں کو دھوکا نہ دے سکیں۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ابھی اجلاس میں بھی کئی اراکین نے آپ حضرات کے پیغامات ہمیں دیئے ہیں اور ہم کوشاں ہیں کہ ان شاء اللہ! اچھے ثمرات حاصل ہوں گے۔ انتظامیہ کے ایک نوجوان نے مجھے (راقم الحروف) ایک طرف آنے کا اشارہ دیا، اس نے کہا کہ مولوی صاحب! اندر اس تشویش ناک صورت حال پر مشورے جاری ہیں۔ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے ہمارے ایمان کی چاشنی میں اضافہ کیا، اب آپ حضرات جب تک اس مسئلے کو حل کرواتے نہیں تب تک جانا نہیں۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہوں گے، ان شاء اللہ!

اس دوران پولیس کے اعلیٰ افسران ایس ایچ او صاحب اور ڈی ایس پی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ ان سے تعارف ہوا۔ ناظم دفتر ختم نبوت جناب محمد انور صاحب نے مجلس کا موقف پیش کیا اور بتایا کہ اشتعال انگیزی اور انتشار پھیلانا ہمارا مقصد نہیں۔ ہم تو صرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اسلام اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی و منکرین ختم نبوت مسلمانوں کا مال اپنی ارتدادی سرگرمیوں میں استعمال نہ کر پائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا، پولیس کے افسران نے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

اس صورت حال کے پیش نظر نمائش کی انتظامیہ اور ایکسپو سینٹر کے ذمہ داران نے بھی بالغ نظری کا ثبوت دیا۔ انہوں نے عذر پیش کیا کہ جس ایجنسی کو اسٹالز بیچے گئے تھے، اس نے یہ آگے قادیانی کمپنی کو بیچا ہے، اسے ہم نے بلوایا ہے ان شاء اللہ! اسٹال ہٹواتے ہیں۔ الحمدللہ! تھوڑی دیر بعد قادیانی اسٹال ہٹا دیا گیا۔ اس طرح علمائے کرام، کارکنانِ ختم نبوت اور مسلمانوں میں اضطراب اور تشویش کی کیفیت ختم ہو گئی۔ شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا تاریخی جملہ یہاں بھی صادق آیا کہ دیکھو: ’’کفر ہارا اور اسلام جیتا‘‘ اللہ تعالیٰ جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو اسی طرح کامرانی نصیب فرمائے اور تمام محافظین و محبین کی جملہ محنتوں کو قبول فرمائے، آمین۔ ۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہم پیغام شرکاءِ کورس کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للّٰہ وحدہ و الصلوۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ امابعد!

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ... ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین وکان اللّٰہ بکل شیء علیما

و قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم... انا خاتم النبیین لانبی بعدی

﴿اللھم صلی علی سیدنا محمدٍ عددَ ما فی علمِ اللّٰہِ صلاۃً دائِمَۃً بدوامِ مُلکِ اللّٰہ﴾

قابل صد احترام علماء کرام وطلباء عظام یہ ہم سب کی خوش قسمتی ہے کہ کریم رب نے ہم سب کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عطا فرما کر نسبت کی حفاظت کے عظیم کام میں لگا دیا ہے

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف فرماتے ہوئے تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے

ا...ما کان محمد میں نام مبارک، ۲... و لکن رسول اللّٰہ میں کام مبارک، ۳... وخاتم النبیین میں مقام مبارک

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جملہ جدوجہد ان تین چیزوں سے امت کو آگاہ کرنا اور ان کی حفاظت کی سعی کرنا ہے جسے تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کا عنوان دیا جاتا ہے اس کے بارے میں حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم العالیہ ارشاد فرماتے ہیں یہ ختم نبوت بہت بڑی نعمت ہے اور اس معنی کو لوگ نہیں سمجھے، ختم نبوت تکمیل دین کا اعلان ہے، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کے اعتماد کا اظہار ہے، ختم نبوت میں امت محمدیہ کی فضیلت کا راز ہے، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم نبوت کا امین بنایا گیا ہے، سیادت روحانی امت محمدیہ کو عطا کی گئی ہے

عقیدۂ ختم نبوت کے متعلق حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں! ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں، بلکہ تکمیل نبوت کے ہیں کہ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر حد کمال تک پہنچ گئی ہے اب نبوت کا کوئی درجہ باقی نہیں جس پر کوئی اور نبی آئے

عزیز طلبہ یہ بات اپنے دل و دماغ سے نکال دیں کہ آپ اس کورس میں شامل ہونے کے لئے خود تشریف لائے ہیں آپ آئے نہیں، آپ لائے گئے ہیں، یہی آپ کی خوش بختی ہے کہ وطن عزیز کی 25 کروڑ سے زیادہ آبادی میں سے اللہ کریم نے آپ بارہ سو افراد کا انتخاب کیا کہ آپ نام مبارک، کام مبارک اور مقام مبارک سیکھ کر اہل ایمان تک اسے پہنچائیں، یہی تحفظ ختم نبوت کا کام ہے جس کے بنا پر ایک عظیم نسبتِ قرب حاصل ہوتی ہے جس کے متعلق شہید اسلام حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں! تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والوں کی حیثیت ذاتی محافظ کی ہے، ممکن ہے دوسرے کام کرنے والے حضرات کا درجہ و مقام بلند ہو لیکن بادشاہ کے سب سے زیادہ قریب اس کے ذاتی محافظ ہوتے ہیں اور بادشاہ کو سب سے زیادہ اعتماد بھی انہی ذاتی محافظوں پر ہوتا ہے اس لئے جو لوگ تحفظ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اعتماد انہیں پر ہے

اللہ تعالیٰ نے سو سے زائد آیات کریمہ سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منصبِ ختم نبوت کی حفاظت فرمائی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول، عمل اور تقریر سے اس منصب کی حفاظت کی تعلیم فرمائی، جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اجماع و جہاد سے اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے قول و عمل کے ذریعے نہ صرف عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کی، بلکہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اس عقیدہ کی فضیلت و اہمیت کو بھی اجاگر کیا

﴿عزیز طلبہ کرام یہ بشارت لیکر جائیں کہ آج ختم نبوت کے کام میں لگا ہوا وقت قیامت کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنے گا﴾

اس مرکز ختم نبوت میں آپ نے جو سیکھا ہے اسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ سے امت تک پہنچانا ہے اور اس کام کے لئے اپنے علاقے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نظم سے جڑنا ہے کیونکہ یہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا طرۂ امتیاز ہے کہ چہار دانگ عالم میں اس عظیم خدمت کو پرامن طریقے سے سرانجام دے رہی ہے

﴿اس عظیم کام کے لئے مجلس نے تین اہداف مقرر کئے ہیں﴾

ا...حفاظت ایمان: قرآن وسنت اور اجماع و تعامل امت سے اپنے اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کرنا

۲...دعوت ایمان: خواص (علماء) کا دلائل کے ذریعے منکرین ختم نبوت کو دعوت ایمان دینا اور عوام الناس کا منکرین ختم نبوت مرزائیوں (قادیانیوں رلاہوریوں) کو معاشرتی اور معاشی بائیکاٹ کے ذریعے دعوت ایمان دینا

۳...دفاع پاکستان: اہل وطن پر یہ واضح کرنا کہ بقول مصور پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ! قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں، لہذا ان پر اعتماد کرنا وطن عزیز کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے

ان تین اہداف پر کام کرنے کے لئے آپ اپنی مرضی کے پابند نہیں ہوں گے بلکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر سایہ مقرر کردہ طریقہ کار کے پابند ہوں گے اور یہ بات مدنظر رکھیں گے بقول حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ! ختم نبوت کا کام اس طرح کرو کہ جب تم نہ رہو گے تو بھی ختم نبوت کا چراغ نئی نسل کو روشنی دیتا رہے

اللہ کریم سے عاجزانہ التجاء ہے کہ تادمِ زیست عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے تحفظ ختم نبوت و تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اپنی رضاء کے لئے نصیب فرمادے...

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

بروز جمعۃ المبارک 13 فروری 2026ء بعد از نماز عشاء مرکز ختم نبوت چناب نگر میں 22 روزہ 33 ویں سالانہ ختم نبوت کورس کی نشست میں مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی صاحب کا پیغام شرکاءِ کورس کے نام مولانا عابد کمال صاحب مبلغ صوبہ خیبر پختون خوا، نے پڑھ کر سنایا

/amtkn313 www.emaktaba.info
WWW.AMTKN.COM
ameer@khatm-e-nubuwwat.com
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

REGD. SS. 160

تعاون کی اپیل

عقیدہ ختم نبوت
کی سربلندی،
ناموس رسالت کے تحفظ
اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی
کے لیے

تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

☆ حضرت امیر شریعتؒ اور خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے بالاتر ہو کر تبلیغ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والی مذہبی جماعت ہے۔ الحمدللہ!

☆ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے مجلس کو پاکستان اور بیرون پاکستان قادیانیت کے محاذ پر کامیابی نصیب ہوئی۔

☆ آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قانوناً قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

☆ یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے رد میں مراکز قائم کئے گئے۔

☆ برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام...... چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد۔

☆ چناب نگر میں سالانہ رد قادیانیت کورس ...... چناب نگر میں ایک سالہ ختم نبوت تخصص کورس۔

☆ قادیانیت کے ہمہ وقت تعاقب کے لیے 40 مبلغین 30 تبلیغی مراکز اور دفاتر 8 شعبہ ہائے تعلیم القرآن

☆ چناب نگر شعبہ کتب...... شعبہ میٹرک، ایف اے...... ماہنامہ لولاک ملتان...... ہفت روزہ ختم نبوت کراچی۔

☆ تحفہ قادیانیت 6 جلدیں...... تحریک ختم نبوت 10 جلدیں...... محاسبہ قادیانیت 37 جلدیں

☆ اردو، انگریزی، عربی میں رد قادیانیت پر فری لٹریچر...... دیگر رد قادیانیت پر اہم کتب شائع شدہ۔

☆ انٹرنیٹ پر ماہنامہ لولاک...... ہفت روزہ ختم نبوت...... اور دیگر مجلس کی کتب دستیاب ہیں۔

عطیات، صدقات اور زکوٰۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

اکاؤنٹ نمبرز

00380038-01034640 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ ملتان

01127-01010015785 مسلم کمرشل بنک ملتان

اپیل کنندگان

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی صاحب حفظہ اللہ، ولی کامل، نقشبندی مجددی، امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

صاحبزادہ پیر طریقت مخدوم العلماء ولی ابن ولی حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد صاحب حفظہ اللہ، نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

استاذ العلماء جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحب حفظہ اللہ، نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب مدظلہ العالی، مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

علاقائی مراکز کے فون نمبرز	اسلام آباد	لاہور	کراچی	راولپنڈی	سیالکوٹ	گوجرانوالہ	چناب نگر	سرگودھا	جھنگ	خانیوال	ساہیوال
	0334-5082180	0300-4304277 0300-4981840	021 32780337	0304-7520844	0300-7442857	0302-5152137	0301-6395200	0301-6361561	0300-7832358	0301-7819466	0303-2453878
ڈیرہ غازیخان	بہاولپور	میرپورخاص	رحیم یارخان	سکھر	اوکاڑہ قصور	فیصل آباد	حیدرآباد	شیخوپورہ	کوئٹہ	گجرات منڈی بہاؤالدین	بہاولنگر
0306-7817525	0300-6851586	0334-3463200	0301-7659790 0301-9825812	0302-3623805	0300-6950984	0301-7224794	0300-8775697	0309-7064784	0331-3064596 0312-8987971	0300-8032577	0333-6309355 0300-8823051